ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
مارچ ۲۰۱۷ء

اشاعت کا ۶۵ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۳ | جلد ۶۵

مارچ ۲۰۱۷ عیسوی

جمادی الثانی ۱۴۳۸ ہجری

ٹیلے فون: 36620945 سے 36620949، 36616001 سے 36616004

ایکسٹینشن: (052 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر: (92-021) 36611755

ای میل: hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان: www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف): www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید: www.hakimsaid.info

فیس بک پیج: www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ - امریکی ڈالر

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر: صفوان الرحمٰن، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

۳۹
سو میٹھے پان
انوار آس محمد

ایک غریب آدمی کی کہانی جس کی بیٹی بیمار تھی، اللہ نے کیسے غیبی مدد کی

۴۵
بلاعنوان انعامی کہانی
روبنسن سیموئیل گل

اس سبق آموز کہانی کا عنوان بتایئے اور ایک کتاب حاصل کیجیے

۶۹
ریچھ ماں
جاوید اقبال

یک نیک دل شکاری نے ریچھ سے بچے کی جان بچانے کے لیے کیا کیا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

بزرگوں، عزیزوں، دوستوں اور ساتھیوں کا خیال رکھنے، ان کی بات ماننے اور ان کے کام آنے سے ہی آپ کے تعلقات خوش گوار رہتے ہیں، اس لیے ہر انسان کو دوسرے انسان کے کام آنا چاہیے، لیکن سب سے زیادہ اور سب سے پہلا حق ماں باپ کا ہے۔ ماں باپ کی اطاعت اور خدمت ہم پر فرض ہے۔ جب ہم چھوٹے ہوتے ہیں تو وہ ہماری خدمت کرتے ہیں، ہمیں پالنے کے لیے راتوں کو جاگتے ہیں اور ہم بیمار ہوتے ہیں تو وہ پریشان ہوتے ہیں۔ اگر وہ خود بھی بیمار ہوں تو وہ اپنا خیال نہیں کرتے، بلکہ ہماری دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہمیں اچھے سے اچھا کھلاتے ہیں، اچھا پہناتے ہیں۔ اچھی تعلیم دلاتے ہیں۔ اگر ہم بڑے ہو کر ان کی خدمت نہ کریں، ان کا احترام نہ کریں، ان کا کہنا نہ مانیں تو یہ کتنی ناانصافی، بلکہ ظلم ہوگا۔

ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی ہر بات کا خیال رکھے، خاص طور پر جب وہ بوڑھے اور کم زور ہو جائیں تو ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیں۔ اگر وہ کوئی غلط بات بھی کہیں تو جواب نہیں دینا چاہیے، بلکہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم یہی ہے اور ہمارے رسولؐ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ والدین کی خدمت عبادت کے برابر ہے اور ایسی عبادت ہے جو جہاد سے بھی افضل ہے۔ خاص طور پر بوڑھے والدین کی خدمت تو بہت بڑی نیکی ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ بڑھاپے میں انسان دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، اس لیے اس وقت سہارے اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیک اولاد اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہے۔

(ہمدرد نونہال نومبر ۱۹۸۶ء سے لیا گیا)

پہلی بات

اس مہینے کا خیال:
سادگی کی عادت زندگی کو خوب صورت بناتی ہے
مسعود احمد برکاتی

سلیم فرخی

مارچ ۲۰۱۷ء کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مہینے کی ۲۳ تاریخ ہم پاکستانیوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ دن ہماری قومی اُمنگوں کی پہچان ہے۔ اس دن ہم نے اپنی آزاد مملکت بنانے کا عزم کیا تھا۔ یہ تاریخ ہمارے لیے یومِ عزم بھی ہے کہ ہم ملک کی ترقی اور خوش حالی کے لیے جدوجہد کا عزم کریں۔

تاریخ پاکستان پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے کہ برصغیر کے نام ور ادیب مولانا عبدالحلیم شرر نے اگست ۱۸۹۰ء میں اپنے رسالے ''مہذب'' میں لکھا تھا کہ حالات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اب ہندو اور مسلمان اپنے اپنے صوبے الگ کرلیں۔ ایسی ہی ایک تجویز ۱۹۱۳ء میں مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اخبار ''کامریڈ'' میں پیش کی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں خیری برادران (ڈاکٹر عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری) نے بھی ہندستان کو ''مسلم انڈیا'' اور ''ہندو انڈیا'' میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ ۱۹۲۴ء میں لالہ لجپت رائے کی تجویز سب سے اہم تھی، جس کی رُو سے صوبہ سرحد، مغربی پنجاب، سندھ اور مغربی بنگال پر مسلمانوں کا حق تسلیم کیا گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے روزنامہ ''انقلاب'' میں چار صوبوں پر مشتمل ایک مسلم مملکت کے قیام کی تجویز پیش کی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے بھی الٰہ آباد کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنی صدارتی تقریر میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک متحدہ مسلم ریاست قائم کرنے کی تجویز دی، جو لالہ لجپت رائے کی تجویز سے قریب تھی۔ ۱۳۔ فروری ۱۹۴۰ء کو لندن کے ایک اخبار ''ٹائم اینڈ ٹائڈ'' میں قائداعظم کا بیان شائع ہوا کہ کوئی ایسا نظام ہونا چاہیے، جس کے تحت دو قوموں کے الگ وجود کو تسلیم کرلیا جائے۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان بننے سے نہیں روک سکتی۔ اگلے روز ۲۳ مارچ (ہفتہ) کو قراردادِ لاہور پیش کی گئی، جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دیا گیا۔ قرارداد پاکستان سے قیامِ پاکستان تک صرف سات برسوں میں قائداعظم نے ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں کی مخالفت کو پاش پاش کر کے ہمیں ایک آزاد وطن کا مالک بنا دیا۔ اب یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم اس پاکستان کو ایسی ریاست بنائیں، جس میں ہر پاکستانی خوش حال ہو۔ ہر فرد سر اُٹھا کر چلے، جہاں جہالت نہ ہو۔ سب آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار ہوں۔ دشمنوں کا مل کر مقابلہ کریں۔ شب و روز علم حاصل کریں۔ اس لیے کہ یہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم سب کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد قائداعظم کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

☆ نونہال بلاعنوان انعامی کہانی کے عنوان اور معلومات افزا کے جواب ای میل سے نہ بھیجیں، کیوں کہ اس طرح اصل کوپن موصول نہیں ہوتے اور ان کا نام شامل نہیں ہو پاتا۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

دعا بے کار نہیں جاتی، البتہ اس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔

مرسلہ: سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ داد خان

حضرت عمر فاروقؓ

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے، وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔ مرسلہ: عائشہ صدیق، دستگیر

شیخ سعدیؒ

انسان اپنی بُری عادتوں کی وجہ سے ہمیشہ مصیبت میں پھنسا رہتا ہے۔ مرسلہ: عائزہ خان، کراچی

حضرت جنید بغدادیؒ

عالم دین کا سارا کام دو باتوں پر مشتمل ہے۔

ایک ملت کی اصلاح اور دوسرا مخلوق کی خدمت۔

مرسلہ: علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

یحییٰ برمکی

جب آدمی اکیلا ہو تو اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور مجلس میں اپنی زبان کو۔ مرسلہ: ایم اختر اعوان، کراچی

بقراط

جب تک بھوک بے تاب نہ کرے، اس وقت تک کھانا مت کھاؤ۔ مرسلہ: ریان طارق، کراچی

سرسید احمد خاں

دنیا میں ان ہی لوگوں کی عزت ہوتی ہے، جنھوں نے استادوں کا احترام کیا۔

مرسلہ: کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن

شہید حکیم محمد سعید

انسان محبت، محنت اور خدمت سے بڑا انسان بنتا ہے۔ مرسلہ: ماجرہ نور، کراچی

منشی پریم چند

جب کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے تو طاقت خود بخود آ جاتی ہے۔ مرسلہ: حسام عامر، نئی کراچی

برٹرینڈ رسل

خوشی اور غم انسان کے اندر ہی چھپے ہوتے ہیں۔

مرسلہ: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبولؐ

ریاض حسین قمر

آپؐ کے در تک رسائی ہوگئی
یوں مری مشکل کشائی ہوگئی

مل گیا عرفان انؐ کی ذات کا
جب مرے من کی صفائی ہوگئی

حاضری کا اذن مل جائے مجھے
اب بڑی مشکل جدائی ہوگئی

بن گیا جو آپؐ کے در کا گدا
جان لو اس کی خدائی ہوگئی

جاگ اٹھا انسان کا سویا نصیب
آپؐ کی جلوہ نمائی ہوگئی

راستہ بھولے ہوئے جو لوگ تھے
ان کو حاصل راہنمائی ہوگئی

آپؐ کے تشریف لانے پر قمر
ساری دنیا کی بھلائی ہوگئی

قراردادِ پاکستان

شیخ عبدالحمید عابد

''ہمیں پاکستان حاصل کرنے کے لیے سونا نہیں جاگتے رہنا ہوگا۔ پیچھے نہیں آگے بڑھنا ہوگا، کیوں کہ زندہ قومیں ہمیشہ بیدار رہتی ہیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مل جل کر کوشش کرتی ہیں اور پھر آگے ہی بڑھتی جاتی ہیں۔'' یہ الفاظ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے ہیں جو وہ اکثر نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا کرتے تھے۔

علامہ محمد اقبال کے خواب ''پاکستان'' کی تعبیر دیکھنے کے لیے اور مسلمانوں کو بیدار رکھنے کے لیے لاہور کے منٹو پارک (جسے اب اقبال پارک کہتے ہیں) میں قائداعظم کی زیرِ صدارت ایک اجلاس منعقد ہوا تھا۔

ہمارے دادا جو اس وقت اس عظیم الشان آنکھوں دیکھا حال سناتے رہتے ہیں۔ لیجیے یہ سارا آنکھوں دیکھا حال ان کی زبانی آپ بھی سنیے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء سے چند دن پہلے منٹو پارک میں لاکھوں انسانوں کے بیٹھنے کے لیے ایک پنڈال تیار کیا جا رہا تھا۔ کام کرنے والے مزدور اور مسلم لیگ کے رضا کار نواب صاحب ممدوٹ اور میاں بشیر کی نگرانی میں دن رات کام کر رہے تھے اور پھر جب ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء کا سورج نکلا تو پنڈال بالکل تیار ہو چکا تھا۔ پنڈال کے بڑے دروازے کا نام بابِ جناح رکھا گیا تھا۔ اونچے اور لمبے چوڑے ڈائس پر جناب صدر اور دوسرے بڑے لوگوں کے بیٹھنے کے لیے کرسیاں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کے لیے بھی الگ انتظام کیا گیا تھا۔

پنڈال کے پیچھے مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کے ارکان کا بڑا خیمہ لگا ہوا تھا، جس کے

آس پاس دور دور تک سفید خیموں کا ایک شہر بسا ہوا تھا۔

۲۲ مارچ کو اجلاس شروع ہوا تو پنڈال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ جلسہ دن کے ٹھیک تین بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کی گئی۔ اس کے بعد انور غازی آبادی تشریف لائے اور انھوں نے میاں بشیر کی لکھی ہوئی ایک نظم ترنم سے پڑھی۔ یہ نظم قائداعظم کی شان میں لکھی گئی تھی۔

اس کے بعد پنجاب مسلم لیگ کے صدر نے استقبالیہ خطبہ پڑھا۔ فضا نعروں سے گونج اُٹھی:

مسلم لیگ زندہ باد　　　　　قائداعظم زندہ باد

اتنے میں تالیوں اور نعروں کا ایک طوفان اُٹھا۔ قائداعظم تقریر کرنے لیے اُٹھے:

مسلم لیگ زندہ باد　　　　　قائداعظم زندہ باد

تالیاں اور نعرے بند ہونے میں نہ آ رہے تھے اور پھر قائداعظم نے پُر جوش انداز میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور اپنی تقریر شروع کی۔ قائداعظم انگریزی میں تقریر کرنے لگے۔ سننے والوں میں انگریزی نہ جاننے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ قائداعظم اپنے خاص لب ولہجہ میں جب کانگریس کی مسلمان دشمنی پر کوئی چوٹ کرتے تو لوگ نہ جانے کیسے ان کا مطلب سمجھ جاتے اور جب وہ مسلم لیگ کی کارکردگی کا ذکر کرتے تو سارا پنڈال نعروں سے گونج اُٹھتا۔ قائداعظم کی تقریر خاصی لمبی تھی۔ اس کا خلاصہ کچھ یوں تھا:

''ہم ہندستان کے دس کروڑ مسلمان ایک قوم ہیں اور اپنا ایک الگ ملک چاہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے بننے سے نہیں روک سکتی۔''

قائداعظم کی تقریر ختم ہوئی تو نعروں اور تالیوں کا ایسا طوفان اُٹھا جو تھمنے میں نہیں

آ رہا تھا۔ یہ نعرے ابھی جاری تھے کہ لاؤڈ اسپیکر پر کسی کی گرج دار آواز سنائی دی۔ ایسی گرج دار آواز کہ اتنے شور میں بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔

''قائد اعظم کی تقریر پر آج کا اجلاس ختم ہوتا ہے۔''

یہ تاریخی اجلاس تین دن ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ تک جاری رہا۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۱ء کو قائد اعظم محمد علی جناح نے اختتامی اجلاس میں انگریزی میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ تک تقریر کی۔

اس اجلاس میں مولوی فضل الحق نے تقسیم ہند کے نام سے قراردادِ لاہور پیش کی۔ جو قراردادِ پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ بیگم محمد علی جوہر نے اس قرارداد کو قراردادِ پاکستان کا نام دیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خاں نے کیا۔

قرارداد کی منظوری کے بعد قائد اعظم نے علامہ اقبال کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج وہ ہم میں موجود نہیں۔ اگر ہوتے تو دیکھ لیتے کہ ہم نے ان کے تصور کو اپنی ملی جدوجہد کا نصب العین بنالیا ہے۔

قراردادِ پاکستان کی منظوری کے صرف سات سال بعد ہی اپنی قوم کے نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کی مدد سے قائد اعظم محمد علی جناح نے آزاد مملکت پاکستان حاصل کرلی جو آج تک قائم ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔

آیئے ہم سب خاص طور پر نوجوان یہ عہد کریں کہ اس کی ترقی کے لیے دن رات محنت کریں گے۔ اس کو روشن تر بنائیں گے اور اس کی بقا کی خاطر جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆

عالمِ بے مثال

مسعود احمد برکاتی

وہ اب سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ۹۶۵ء میں بصرے میں پیدا ہوئے۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا، اس لیے جلدی جلدی تعلیم مکمل کرلی۔ لوگ عزت کرنے لگے۔ قابلیت کی شہرت پھیلنے لگی۔ یہ شہرت اب تک باقی ہے۔ ان کو کئی علوم سے دل چسپی تھی۔ طبیعیات (فزکس)، ریاضی، انجینئرنگ، ہیئت (اسٹرانمی)، طب اور بصریات میں انھوں نے بڑا کمال پیدا کیا اور بہت سی کتابیں لکھیں۔ بصرہ، جہاں یہ پیدا ہوئے تھے، ملک عراق کا مشہور شہر ہے، لیکن ان کی شہرت ملک مصر تک جا پہنچی۔ مصر میں اس زمانے میں خلیفہ الحاکم کی حکومت تھی۔

نیل مصر کا بہت بڑا دریا ہے۔ دریائے نیل میں اکثر سیلاب آجاتا تھا اور تباہی پھیلا دیتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بارش ہی نہ ہوتی اور لوگ پانی کو ترسنے لگتے۔ دونوں صورتوں میں بڑا نقصان ہوتا اور لوگوں کو تکلیف اُٹھانا پڑتی۔ ان صاحب نے کہا کہ اگر میں مصر میں ہوتا تو ایسی تدبیر نکالتا کہ دریائے نیل پر بند باندھ کر سیلاب کے پانی کو جمع کر لیتا، تاکہ وہ لوگوں کے مکانوں کو بہا نہ سکے اور جب بارش نہ ہو تو وہ پانی کام میں لیا جائے۔

ان کی یہ بات خلیفہ الحاکم تک پہنچ گئی۔ خلیفہ نے ان کو بڑی عزت سے بلایا اور دریا پر بند باندھنے کے لیے کہا۔ انھوں نے ہامی بھرلی، لیکن جب جائزہ لیا تو یہ کام بڑا مشکل معلوم ہوا۔ صرفہ بھی بہت ہوتا اور جن آلات کی ضرورت تھی، وہ مہیا نہ ہو سکتے تھے۔ اگر کام شروع کر کے ادھورا چھوڑ دیا جاتا تو ملک کو فائدہ ہونے کے بجائے نقصان ہوتا، اس

لیے انھوں نے خلیفہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ صاحب کام یابی مشکل ہے۔ خلیفہ چپ ہو رہا اور کہا کہ خیر، آپ دوسرے کام کیجیے، لیکن پھر بھی ان کو ڈر تھا کہ کسی وقت خلیفہ کو غصہ نہ آ جائے۔ اس لیے جھوٹ موٹ دیوانے بن گئے اور ان کو بند کر دیا گیا۔ جب خلیفہ کا انتقال ہو گیا تو جامعہ ازہر چلے گئے۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں ہے اور مسلمانوں کی سب سے پرانی یونی ورسٹی ہے۔ ان کو علم کا شوق تو شروع ہی سے تھا۔ اب یہ ساری دنیا کے کام چھوڑ کر تنہائی اور یک سوئی سے علمی کام کرنے لگے۔ خوب تحقیق کی اور کتابیں لکھیں۔ زندگی گزارنے کے لیے روپے پیسے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

علمی کام بھی آدمی جبھی کر سکتا ہے جب اس کو کھانے پہننے کی طرف سے سکون ہو، لیکن بڑے آدمی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں، جو لوگ سچ مچ بڑے ہوتے ہیں، وہ ظاہری دکھاوے کی پروا نہیں کرتے۔ ان کی بڑائی علم اور اخلاق میں ہوتی ہے۔ یہ بھی بڑے آدمی تھے اور بس زندہ رہنے کے لیے کمانا چاہتے تھے۔ اس کی صورت انھوں نے یہ نکالی کہ چند پرانی کتابیں نقل کر کے شوقین لوگوں کو بیچنے لگے۔ اس زمانے میں کتابیں چھپتی نہیں تھیں۔ طباعت کے فن نے اب تو بہت ترقی کر لی ہے۔ آپ جو کتابیں چاہیں، آسانی سے اور بہت معمولی قیمت میں خرید سکتے ہیں، لیکن اس زمانے میں کتابیں خود اپنے ہاتھ سے نقل کیا کرتے تھے یا جو امیر ہوتے وہ پیسے دے کر نقل کرا لیا کرتے تھے۔

یہ صاحب سال بھر میں تین کتابیں نقل کر کے ڈیڑھ سو دینار میں بیچ دیتے اور اسی رقم سے سال بھر کے لیے اپنے کھانے پینے کا انتظام کر لیتے۔ ان کتابوں کے نام تھے:

(۱) اُقلیدِس (۲) مُتوسِطات اور (۳) مجسطی۔ ان کا خط بہت ہی اچھا تھا۔ عربی میں لکھتے

تھے اور اتنا خوب صورت لکھتے تھے کہ واہ وا! تھوڑا سا وقت تو یہ کتابیں نقل کرنے میں صرف کرتے اور زیادہ وقت مطالعے، غور و فکر اور اپنی کتابیں تصنیف کرنے میں گزارتے۔ اس طرح انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ کوئی دو سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ ان میں چھوٹی بڑی سبھی کتابیں شامل ہیں۔ یہ کتابیں زیادہ تر سائنس کی مختلف شاخوں کے بارے میں ہیں، یعنی طبیعیات، طب، بصریات، ہیئت، ریاضی اور انجینئرنگ پر۔ ان کی سب سے اچھی اور اہم کتاب کا نام ''کتاب المناظر'' ہے۔ یہ بھی سائنسی کتاب ہے۔ اس میں روشنی، آنکھ کی بناوٹ، بینائی اور بہت سی باتیں انھوں نے بیان کی ہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں لکھی تھیں اور ان کے بعد بھی جن لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے، انھوں نے کتاب المناظر پڑھ کر فائدہ اُٹھایا ہے۔

اس بات کا اقرار اپنوں پرایوں سب نے کیا ہے۔ تاریخ لکھنے والوں نے ان بڑے لوگوں کے نام گنائے ہیں، جنھوں نے اس کتاب سے فائدہ اُٹھایا ہے، افسوس کہ یہ کتاب چھپ نہیں سکی، لیکن اس کا ترجمہ اور شرح چھپ چکی ہے۔ کمال الدین الفارسی ایک بہت قابل آدمی تھے۔ انھوں نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے، جس کا نام ''تنقیح المناظر'' ہے۔ یہ شرح عربی زبان میں چھپ چکی ہے۔

کمال الدین الفارسی کا انتقال ۱۳۲۰ء میں ہوا تھا۔ پھر ۱۵۷۲ء میں رزنر (RISNER) نے کتاب المناظر کا لاطینی زبان میں ترجمہ بیسل (BASLE) سے شائع کیا۔

ایک بار سمنان کا ایک امیر آدمی جس کا نام سرخاب تھا، ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا۔ انھوں نے کہا: ''میں تمھیں پڑھانے کا معاوضہ سو اشرفی ماہانہ لوں گا۔''

سرخاب نے یہ شرط منظور کر لی اور تین سال تک ان سے تعلیم حاصل کی۔ جب سرخاب واپس جانے لگا تو انھوں نے کہا: ''اپنی رقم واپس لے لو، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تم اپنے ملک جاؤ گے تو تمھیں اس کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ میں تو یہ فیس مانگ کر تمھارے شوق کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ جب مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھیں دولت کے مقابلے میں علم زیادہ عزیز ہے تو میں نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ یاد رکھو، نیک کام کے انجام دینے میں اُجرت، رشوت اور ہدیہ کوئی چیز نہیں ہے۔''

یہ کہہ کر سرخاب کی ساری رقم واپس کر دی۔ ایک عالم کی یہی شان ہوتی ہے۔ علم حاصل کرنا اور علم کی روشنی پھیلانا اس کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔

آپ سمجھے یہ کس کا ذکر ہو رہا ہے اور کس کی خوبیاں اور خدمات بیان کی جا رہی ہیں۔ ان کا نام ابن الہیثم تھا۔ پورا نام بھی سن لو، ابو علی الحسن ابن الحسن ابن الہیثم۔ ان کا اپنا نام حسن تھا۔ باپ کا نام بھی حسن اور دادا کا نام ہیثم تھا۔ مشہور صرف ابن الہیثم کے نام سے ہیں۔ یورپ کے لوگ اَل ہیزن (ALHAZEN) لکھتے ہیں۔

ابن الہیثم اسلامی دنیا کے بہت بڑے سائنس داں تھے اور بصریات کے تو امام مانے جاتے تھے۔ طبیعیات میں بھی اُن کی مہارت مسلم ہے۔ طب پر بھی بڑی وسیع نظر تھی۔ علاج معالجہ کبھی نہیں کیا، مگر طب پر کتابیں لکھیں اور جالینوس کی کتابوں کا خلاصہ کیا۔ ریاضی، منطق اور فلسفے پر پورا عبور تھا۔ علم اور سائنس کے خزانوں میں قیمتی اضافے کر کے ابن الہیثم ۱۰۳۹ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

☆☆☆

انوکھا احتجاج

محمد فاروق دانش

وہ ایک پڑھا لکھا اور قابل نوجوان تھا۔ محنت سے حاصل کی ہوئی بہت سی ڈگریاں رکھنے اور کوشش کے باوجود، سفارش نہ ہونے کی وجہ سے اب تک اسے کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ملازمت نہیں مل سکی۔ آخر تنگ آ کر اس نے اپنے حق کی خاطر احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ آئی ٹی (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کے شعبے میں پورے صوبے میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والا واحد طالب علم تھا، جو کورسز اس نے ایک سال میں مکمل کیے، اکثر پاکستانی نوجوان ان کورسز کے لیے ملک سے باہر جاتے ہیں۔ پریس کلب کے باہر احتجاج پر بیٹھا رشید صحافیوں کو بڑے اعتماد سے اپنے بارے میں کیے جانے والے سوالات کے جوابات دینے میں مصروف تھا۔

ایک صحافی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا: ''میں ایمان داری اور محنت سے کام کرنا چاہتا ہوں، لیکن شاید سفارش نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اب تک کسی بھی ادارے کی جانب سے کوئی پیش کش نہیں ہوئی۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

اسے پریس کلب کے سامنے اپنے مطالبات کے حق میں احتجاج کرتے ہوئے آج پانچواں دن تھا۔ میڈیا سے اس کے احتجاج کی خبر مختلف اداروں تک پہنچ گئی تھی، لیکن کہیں سے کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہو رہی تھی۔ اچانک پریس کلب کے سامنے والی سڑک سے ایک ایمبولینس نمودار ہوئی، جس کے ساتھ چند موٹر سائیکل سوار بھی تھے، جو دیکھنے میں دیہاتی معلوم ہو رہے تھے۔ صحافی سمجھ گئے کہ ضرور کوئی اہم معاملہ ہے۔ شاید کوئی شخص مارا گیا ہے

اور اس کے رشتے دار قاتلوں کی گرفتاری اور تحقیقات کے مطالبے کے لیے احتجاج کرنے پریس کلب پہنچے ہیں۔

رشید سے ہونے والی بات چیت درمیان میں چھوڑ کر صحافی حضرات حقائق معلوم کرنے کے لیے ایمبولینس کی جانب لپکے۔ میڈیا کے نمائندوں نے دھڑا دھڑ تصویریں اُتارنا شروع کر دیں، رشید کچھ دیر بیٹھا اس اچانک پیدا ہونے والی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور پھر پریس کلب کی دیوار سے ٹیک لگا کر اور آنکھیں موند کر اپنے ماضی کی یادوں میں کھو گیا۔

رشید کے بعض دوستوں نے احتجاج کے اس عمل کو احمقانہ قرار دیا۔ دیگر طریقہ اختیار کر لینے کے مشورے بھی دیے، تاہم اس نے ایسے کسی بھی مشورے پر کان نہ دھرے۔ آج بعض صحافیوں کی دل چسپی دیکھ کر کچھ ڈھارس بندھی تھی اور وہ اپنے جذبات سے انھیں پوری طرح آگاہ کرنا چاہتا تھا، لیکن اس ایمبولینس کے آنے سے پیدا ہونے والی اس اچانک صورتِ حال نے اسے مایوس کر دیا تھا۔ وہ جلد کوئی مناسب موقع ملنے کی آس لگائے سوچوں میں گم ہو گیا۔

اگلا دن رشید کے لیے خوش کن ثابت ہوا۔ ابھی وہ اپنے مطالبات کا بینر پریس کلب کی دیوار پر لگا بھی نہ پایا تھا کہ ایک سرکاری ادارے کے اہل کار نے اپنے افسر کی جانب سے ملاقات کی خواہش کا پیغام دیتے ہوئے ایک بند لفافہ اسے پکڑا دیا۔ اس نے لفافے کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ سرکاری اہل کار کے جانے کے بعد اس نے لفافہ جیب سے نکالا اور اسے کھولا۔ لفافے میں کاغذ اور ہزار روپے کا نوٹ موجود تھا۔ کاغذ کے اس ٹکڑے

پر افسر کے گھر کا پتا اور ملاقات کے دن کی تاریخ اور موبائل نمبر درج تھا۔ اس نے لفافہ اسی انداز سے دوبارہ جیب میں رکھ لیا اور احتجاج ملتوی کر کے وہ گھر روانہ ہو گیا۔

لفافے میں درج تاریخ والے دن ٹھیک وقت پر رشید، افسر کے گھر جا پہنچا۔ کچھ دیر انتظار کے بعد وہ دوسرے کمرے سے اچانک نمودار ہوئے اور رشید کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ اپنی عینک کے پیچھے سے رشید کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا: ''مجھے لگتا ہے نوجوان! تم ذہنی طور پر متاثر ہو؟'' ان کی گرج دار آواز سے کمرا گونج اُٹھا۔

''جی میں سمجھا نہیں، میں یہاں خود نہیں آیا، آپ ہی نے مجھے بلایا ہے۔'' رشید نے لفافہ نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

''رہنے دو لفافہ، وہ ہزار روپے تمھارا جیب خرچ تھا۔''

''معاف کیجیے سر!'' اس نے سنجیدگی سے کہا: ''میں نے ایم اے انگلش میں ٹاپ کیا ہے اور آئی ٹی کے شعبے میں میرے پاس سب سے منفرد ڈگری ہے۔ اگر آپ اپنے ادارے میں مجھے جگہ دے سکیں تو میں اپنی خدمات پیش کرنے کو تیار ہوں۔''

''اگر میں بغیر کسی کام کے تمھارا پانچ ہزار روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دوں تو......''

''مجھے افسوس ہے جناب! اس طرح تو میں خود کو بھکاری محسوس کروں گا۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں کہا: ''میں کام کر کے حلال روزی کمانا چاہتا ہوں۔''

انھوں نے رشید کو بتایا کہ وہ روزانہ آفس سے گھر جاتے ہوئے پریس کلب کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ ایک روز ٹریفک جام تھا۔ پریس کلب کے سامنے گاڑی رک جانے پر میں نے احتجاجی بینر پڑھا اور اپنے دفتر کے دیگر افسران سے اس مسئلے سے متعلق بات چیت کی۔ میڈیا پر تمھارے احتجاج کی خبریں آنے کے سبب وہ لوگ بھی اس بات سے آگاہ تھے، چوں کہ تم اعلا ڈگری کے حامل ہو اور قابلیت کی بنیاد پر آگے آنا چاہتے ہو اور تم ایک ہونہار اور قابل پاکستانی نوجوان ہو، اس لیے ہم سب نے مل کر تمھیں ملازمت دینے کا فیصلہ کیا ہے، لیکن پہلے تمھارا امتحان لینا تھا۔ آج کی یہ ملاقات اسی امتحان کا ایک حصہ ہے۔''

عین اسی وقت ڈرائنگ روم کے وسط میں آویزاں پردے کے پیچھے سے دو مزید افراد سامنے آگئے۔ انھوں نے بھی رشید کی حوصلہ مندی اور نیک نیتی کے جذبے کو سراہا۔ کچھ دیر اس کی اسناد دیکھ کر مختلف سوالات کیے، جس کے رشید نے بالکل درست جوابات دیے۔

وہ افسران اس کی صلاحیت پر دنگ رہ گئے اور اس کے انوکھے احتجاج کی وجہ جان گئے۔

''تم واقعی بہت قابل نوجوان ہو اور اس ملک کا سرمایہ ہو۔'' ایک افسر نے مسکراتے ہوئے اس کو داد دی۔

''ہمارا محکمہ تمھاری صلاحیتوں سے ضرور فائدہ اُٹھائے گا۔'' افسر نے اُٹھ کر اس کو سینے لگا لیا۔

رشید کے جسم میں جیسے نیا خون دوڑنے لگا تھا۔ آج اس کے انوکھے احتجاج نے لوگوں کو متوجہ کر کے اہلیت کی جیت کو ممکن بنا دیا تھا۔

☆☆☆

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ایڈ فری لنکس
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

چھپا رستم

عبداللہ بن مستقیم
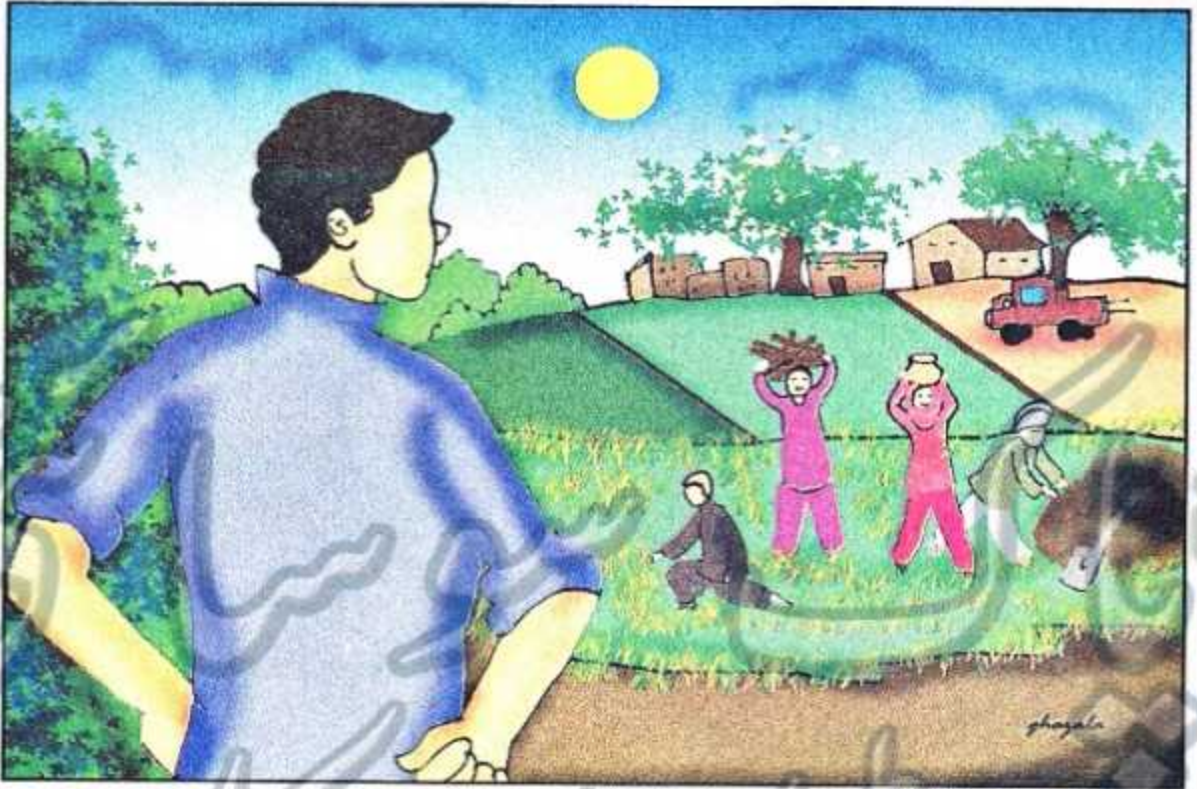
وہ بڑے رعب دار انداز میں اپنے کندھوں کو چوڑا کیے ہوئے گاؤں میں داخل ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اس نے گاؤں کے اندر تھوڑا ہی آگے جا کر ایک کسان سے پانی کا مٹکا چھین کر زمین پر پٹخ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ فوراً ہی سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کسان کو اس حرکت پر غصہ آ گیا اور وہ حملہ کرنے کے لیے لپکا۔ اگلہ لمحہ حیران کن تھا۔ اس نے کسان کو دونوں ہاتھوں کے زور پر سر سے اونچا اُٹھا لیا تھا۔ کسان بالکل بے بس تھا۔ یہ دیکھ کر سب سہم گئے اور ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ایسے میں اس نے کہا: ''میرے غصے کا اندازہ کسی کو نہیں ہے۔ میں اب
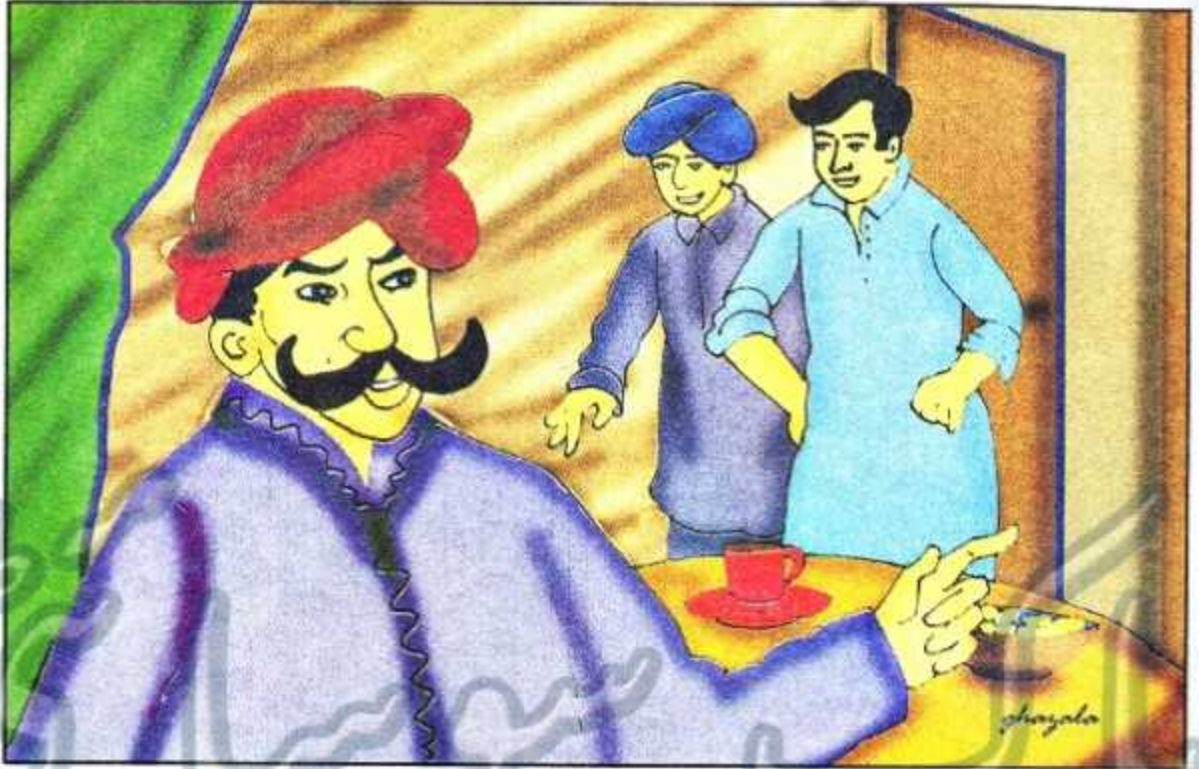
تک کتنے ہی لوگوں کی ہڈیاں توڑ چکا ہوں۔'' اس نے بدستور کسان کو کندھے پر اُٹھائے رکھا: ''اگر کل شام تک کسی نے میرا ہُنر نہیں پہچانا تو میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔''

اس کی آخری بات بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی، لیکن جن لوگوں کے لیے اس نے یہ بات کہی تھی، ان کی سمجھ میں آ گئی۔ فوراً ہی ایک شخص بھیڑ میں سے نکل کر سامنے آیا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا، منھ سے کچھ نہ کہا۔ اس نے کسان کو کندھوں پر سے نیچے اُتار کر مٹکے کی قیمت سے زیادہ پیسے دیے اور اس شخص کے پیچھے چل دیا۔

جلد ہی وہ دونوں ایک حویلی میں داخل ہوئے۔ صدر دروازے پر چودھری امان گوگی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اندر ایک لمبی سی راہداری طے کرنے کے بعد وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے رک گئے۔ جو شخص اسے یہاں تک لایا تھا، اس نے آگے بڑھ کر

دروازہ کھٹکھٹایا، جواب ملنے کے بعد وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

اندر ایک لحیم شحیم شخص، جس کی مونچھوں کے دونوں طرف تیز نوکیں بنی ہوئی تھیں، ان کو دیکھ کر بولا: ''ہاں رستم! یہ کسے اُٹھا لائے اپنے ساتھ؟''

''بڑے صاحب! یہ بہت کام کا آدمی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے رستم نے یہاں آنے کا قصہ سنا ڈالا۔

''کیا نام ہے تمھارا؟''

''میں نام سے نہیں کام سے پہچانا جاتا ہوں۔ پھر بھی میرا نام رگو ہے۔''

''ہمارے لیے کام کرو گے؟''

''ضرور، اسی لیے تو میں یہاں آیا ہوں۔ چوں کہ میں بڑے سے بڑا کام کرنے سے نہیں گھبراتا اور جان کو خطرے میں ڈال کر کام کرتا ہوں، اس لیے میں پیسے بھی باقی لوگوں سے زیادہ لوں گا۔ پچھلی پارٹی میں نے اسی وجہ سی چھوڑی ہے، کیوں کہ وہ لوگ مجھے میرے کام کے حساب سے کم پیسے دے رہے تھے۔''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے! تم فکر نہ کرو۔ رستم! اسے کام کے بارے میں سمجھا دو۔''

''جی چودھری صاحب!''

پچھلے کچھ برسوں سے ملک میں گٹکا کھانے کی وجہ سے بے شمار لوگ منھ کے کینسر کی وجہ سے مر چکے ہیں۔ حکومت نے اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے پولیس کے محکمے کو اس کی روک تھام کا حکم دیا۔ پولیس نے تفتیش کی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ ایسا گٹکا بنانے والا ایک گروہ ہے، جس کا سرغنہ گل جان نامی ایک آدمی بتایا جاتا ہے، مگر وہ کہاں ملتا ہے، کیا حلیہ

ہے، یہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ اس گروہ کے کچھ گرفتار شدہ ملزمان سے تفتیش کی گئی تو وہ بھی کچھ نہ بتا سکے۔

ایسے میں انسپکٹر راشد کو خفیہ پولیس کے شعبے نے رگو کے نام سے گل جان کا سراغ لگانے کے لیے اللہ والا گاؤں بھیجا، جس کے بارے میں خفیہ اداروں کی رپورٹ تھی کہ گل جان کے بارے میں یہاں سے کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ انسپکٹر راشدان کے گروہ کے اندر گھسنے میں کام یاب ہو گئے تھے۔ کام کرنے کے دوران انھیں پتا چلا کہ چودھری امان کی حویلی میں زیرِ زمین تہ خانوں گٹکا تیار ہوتا ہے۔ وہ چاہتے تو چودھری اور اس کے آدمیوں کو گرفتار کرا سکتے تھے، لیکن اصل مجرم جوان سب کا سرغنہ تھا، پھر بھی آزاد رہتا۔ اس سارے کاروبار کی معلومات صرف اسی کو تھی۔

انسپکٹر راشد وہاں کام کرتے ہوئے خفیہ طور پر تفتیش بھی کرتے رہے۔ سب سے پہلے انھوں نے چودھری امان پر نظر رکھی کہ کہیں اس سب کا مالک وہی تو نہیں ہے، مگر اس کے پاس تو موبائل فون پر کسی کا پیغام آتا تھا، جس میں اسے کام کے بارے میں احکامات ملتے تھے۔ اب خود اپنے آپ کو تو فون نہیں کر سکتا تھا، اس لیے وہ گل جان نہیں تھا۔

ایک دن چودھری امان کمرے میں سے باہر گیا تو انسپکٹر راشد اس کے کمرے میں جا گھسے اور اس کی مسہری کے نیچے لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور مسہری کے نیچے سے کسی کے پیر نظر آئے، ضرور وہ چودھری امان تھا۔ انسپکٹر راشد بدستور پلنگ کے نیچے لیٹے رہے۔ اگر اس کمرے میں ایرکنڈیشن نہ لگا ہوتا تو ان کا مارے گرمی کے بُرا حال ہو جاتا۔ اچانک چودھری کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون اُٹھایا،

جی صاب، جی صاب کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ ایسا وہ صرف گل جان کے فون آنے پر ہی کرتا تھا۔ اس کے جانے کے فوراً بعد انسپکٹر راشد باہر نکلے اور کسی کو فون ملا کر چودھری کا نمبر دیا اور کہا: ''یہ ایک موبائل فون نمبر ہے، اس پر کس نمبر سے اور کہاں سے بات ہوئی تھی، جلدی بتاؤ۔''

تھوڑی دیر بعد ہی انھیں بتایا گیا کہ گاؤں میں ایک پرچون کی دکان میں رکھے لینڈ لائن سے فون کیا گیا ہے۔ انسپکٹر راشد نے موٹر سائیکل نکالی اور اسے دکان کی طرف دوڑا دیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ انھیں دوسری طرف سے چودھری امان کا خاص آدمی رستم آتا ہوا نظر آیا۔ اسے یہاں دیکھ کر انسپکٹر راشد کو حیرت ہوئی۔ اسی حیرت کو دور کرنے کے لیے انھوں نے موٹر سائیکل اس کے نزدیک روک لی۔

''ارے رگوتم!'' رستم نے چونک کر انسپکٹر راشد کی طرف دیکھا۔

''اور تم سناؤ، یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''بس اپنی خالہ کے گھر سے آ رہا ہوں۔''

''اوہ اچھا۔'' انسپکٹر راشد نے بظاہر خوش دلی سے کہا، مگر وہ اس کے جواب سے مطمئن نہیں تھے۔

''چلو تمھیں حویلی تک چھوڑ دوں۔'' رستم کو حویلی چھوڑنے کے بعد انسپکٹر راشد نے اپنے ماتحتوں کو، جو کسانوں کے بھیس میں یہاں رہ رہے تھے، رستم کی نگرانی کی ہدایت کی اور اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔

رات کے گیارہ بجے چودھری امان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ وہ اس وقت سونے

کے لیے لیٹ چکا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا اور دوسری طرف کی آواز سن کر فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جی صاحب، جی صاحب کرنے لگا۔

کمرے کے دروازے سے لگے انسپکٹر راشد نے فوراً اپنے ماتحتوں کو فون کیا: ''رستم اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟''

''سر! وہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اور گاؤں سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر ایک شہری آبادی کے پبلک ٹیلےفون بوتھ سے کسی کو فون کر رہا ہے۔''

انسپکٹر راشد نے کمرے کے دروازے پر کان لگا دیے۔ چودھری امان اب تک فون پر گل جان کے احکامات سن رہا تھا۔ انھوں نے اپنے ماتحتوں کو مسلسل اس کی نگرانی کا حکم دیا اور رستم کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس کے کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا، انسپکٹر راشد نے اپنی ماسٹر کی سے تالے کو کھولا اور کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ رستم کے بستر کے نیچے سے انھیں ایک ڈائری ملی، جوں جوں وہ اس ڈائری کی ورق گردانی کر رہے تھے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

اچانک ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ فون ان کے ماتحت کا تھا: ''سر! رستم حویلی کے مین گیٹ پر پہنچ گیا ہے۔''

انسپکٹر راشد نے فوراً اس ڈائری کو اسی طرح بستر کے نیچے رکھا، کمرے کو تالا لگایا اور وہاں سے نکل گئے۔

اگلے دن وہ رات کو حویلی کے باورچی خانے میں گھسے اور آنکھ بچا کر سالن کی ہانڈیوں میں بے ہوشی کی دوا ملا دی، ساتھ ہی انھوں نے شہر سے پولیس کی بھاری نفری کو

طلب کرلیا۔ اس رات سب نے کھانا کھایا، مگر انسپکٹر راشد نے صرف کھانا کھانے کی ایکٹنگ کرتے رہے۔ آدھے گھنٹے کے اندر چودھری امان اور رستم سمیت سب ایک جگہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

اسی حالت میں ان سب کو پولیس کی گاڑیوں میں لاد کر شہر لے جایا گیا۔ ہوش آنے پر رستم کو الگ کمرے میں لے جایا گیا۔ بجلی کے دو جھٹکے کھانے کے بعد ہی رستم نے سب کچھ سچ سچ اُگل دیا کہ وہ ہی اس گروہ کا سرغنہ ہے۔ چوں کہ وہ چودھری امان کا خاص آدمی تھی، اس لیے جہاں جہاں چودھری جاتا تھا، وہاں وہاں وہ بھی جاتا تھا۔ ہر چیز خود دیکھتا اور سنتا تھا۔ پھر اگلے احکامات فون پر دیتا تھا۔ چودھری امان کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ اس کا خاص آدمی ہی اس کا باس ہے۔

اگلے دن یہ تمام قصہ اخبارات میں شائع ہوا۔ انسپکٹر راشد اور ان کی ماتحت ٹیم کو اعزازات سے نوازا گیا اور انسپکٹر راشد کو ترقی بھی دے دی گئی۔ ☆

لکھنے والے نونہالوں کو مشورہ

نونہال کہانی، مضمون وغیرہ جب اشاعت کے لیے بھیجیں تو ایک نقل (فوٹو کاپی) اپنے پاس ضرور رکھا کریں۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی تحریر شائع ہو جائے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گئی ہے۔ کس جملے کو کس طرح درست کیا گیا ہے۔ کون سا پیراگراف کاٹا گیا ہے اور نیا پیرا کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔ تحریر کا عنوان بدلا گیا ہے یا نہیں اور اگر بدلا گیا ہے تو کیا یہ پوری تحریر کا احاطہ کر رہا ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ بہت جلد اچھا لکھنے لگیں گے۔ تحریر لکھ کر اس کے نیچے اپنا پتا ضرور لکھ دیں، ورنہ تحریر ضائع ہو جائے گی۔ طویل تحریر نہ لکھیں۔ ☆

اپنا گھر

حکیم خاں حکیم

اپنا گھر ہے پیارا گھر
اپنی مثال ہے سارا گھر

چھوٹے بڑے ہیں کمرے چار
ہر کمرا ہے اک شہکار

ایک ہے ڈرائنگ روم ہمارا
لگتا ہے جو سب سے پیارا

پچھواڑے اک باغیچہ ہے
پھولوں سے جو بھرا ہوا ہے

دنیا کی ہر شے ہے میسر
اللہ کا احسان ہے ہم پر

شکر خدا کا کرتے ہیں
مل جل کر ہم رہتے ہیں

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

اَصحاب

اَصحابُ الاُخدود (خندق والے لوگ) وہ عیسائی، جنھیں یمن کے یہودی بادشاہ ذوالنواس نے خندق میں زندہ دفن کرا دیا تھا۔

اَصحابِ صفہ (صفہ والے لوگ) صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ جو ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ صفہ چبوترے کو کہتے ہیں۔

اَصحاب الفیل (ہاتھیوں والے لوگ) یمن کے بادشاہ ابراہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ آیا۔ اُس کا ارادہ خانہ کعبہ کو ڈھانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ابابیلوں کا لشکر بھیج کر ان کو تباہ کر دیا۔

اَصحابِ کہف (غار والے لوگ) وہ سات یا نو عیسائی جو ایشیائے کوچک کے کافر بادشاہ دقیانوس کے خوف سے ایک غار میں چھپ کر سو گئے تھے اور تقریباً تین سو سال تک سوتے رہے۔ پھر اُٹھ کر ان میں سے ایک بازار سے کھانا لایا، سب نے کھایا اور پھر دوبارہ سو گئے۔ اُن کے ساتھ ایک کُتا بھی تھا۔

درویش بادشاہ

سلطان ناصر الدین محمود ۱۲۴۶ء میں ہندستان کے حکمران بنے۔ انھوں نے ۱۲۶۶ء تک پورے بیس سال بادشاہت کی، لیکن ان کی بادشاہی میں فقیری کی شان تھی۔ وہ

سرکاری رقم اپنے ذاتی استعمال میں نہ لاتے تھے، بلکہ اپنے گزراوقات کے لیے قرآن مجید لکھ کراس سے کماتے تھے۔ وہ اس خیال سے کہ کوئی بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا جان کر زیادہ رقم نہ دے، پوشیدہ طور پر بازار بھیجتے تھے۔

مغل بادشاہ اورنگ زیب نے ۳۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو''عالمگیر'' کا لقب اختیار کیا اور مغلیہ سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ان کا اصل نام خرم تھا۔ انھوں نے اپنے دور میں اسلامی قوانین کو نافذ کیا۔ ان کی زندگی عیش و آرام سے کوسوں دور تھی۔ انھوں نے سرکاری خزانے کو ہمیشہ قومی امانت سمجھا اور ایک پیسہ بھی اپنے ذاتی اخراجات کے لیے نہیں لیا۔ وہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں سیتے اور قرآن مجید لکھتے تھے۔ اسی سے ان کی گزربسر ہوتی تھی۔

جنگی ہیرو

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران میجر عزیز بھٹی لاہور سیکٹر میں برکی ہڈیارہ کے علاقے میں ایک کمپنی کی کمان کر رہے تھے۔ ۱۲- ستمبر کی صبح جب وہ اپنے ساتھیوں کو دشمن پر گولہ باری کی ہدایت دے رہے تھے کہ ایک گولہ دشمن کی طرف سے آکر ان کے سینے پر لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ انھیں اس شہادت پر نشانِ حیدر دیا گیا۔ آج بھی انھیں برکی کا ہیرو کہا جاتا ہے۔

اسی جنگ میں ۱۱- ستمبر کو میجر ضیاء الدین احمد عباسی چونڈہ سیکٹر میں ٹینکوں کے اسکوارڈن کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ دشمن کی صحیح پوزیشن دیکھنے کے لیے ایک ٹینک پر کھڑے تھے کہ اسی دوران ایک گولہ ان کے سینے پر لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ انھیں ستارۂ جرأت سے نوازا گیا۔ انھیں چونڈہ کا شہید یا ہیرو بھی کہا جاتا ہے۔

باپ بیٹی وزیراعظم

پاکستان کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۷ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بعد میں ان کی صاحبزادی محترمہ بے نظیر بھٹو دسمبر ۱۹۸۸ء سے اگست ۱۹۹۰ء تک وزیراعظم رہیں۔ انھیں عالمِ اسلام کی پہلی خاتون وزیراعظم ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ وہ دوسرے مرتبہ ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء تک وزیراعظم رہیں۔

بھارت کے پہلے وزیراعظم جواہر لال نہرو ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۴ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بعد میں ان کی بیٹی مسز اندرا گاندھی ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۷ء تک وزیراعظم رہیں۔ وہ دوسری مرتبہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۴ء تک وزیراعظم رہیں۔ ان دونوں باپ بیٹی کا عرصۂ حکومت پاکستان باپ بیٹی کے عرصۂ حکومت سے کہیں زیادہ ہے۔

اس براعظم ایشیا میں ایک اور انوکھی مثال سری لنکا (جس کا پرانا نام سیلون ہے) کی ہے۔ جہاں سولومن بندرانائیکے وزیراعظم رہے۔ بعد میں ان کی بیگم مسز بندرانائیکے صدر اور وزیراعظم بنیں۔ ان کی بیٹی چندریکا کمار اُتنگے بھی وزیراعظم اور صدر کے عہدے پر رہیں۔

زیر، زبر، پیش

بَت (ب پر زبر)، ہندی کا لفظ ہے، جو بات کا مخفف ہے۔

بِت (ب کے نیچے زیر)، یہ بھی ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی قد، عمر، سن، طاقت، حوصلہ اور دولت کے ہیں۔

بُت (ب پر پیش)، ہندی میں اس کے معنی گھونسے یا مکے کے ہیں، جب کہ یہی لفظ فارسی میں بھی ہے، جس کا مطلب مورتی، مجسمہ اور خوب صورت کے ہیں۔ ☆

آئی بہار

شاہد حسین

گیا جاڑا ، دیکھو ہے آئی بہار
نئی رُت ہے ہر سُو ، نیا ہے نکھار

پرندوں کے بدلے ہیں انداز دیکھو
نئے گیت ان کے ، نئے ساز دیکھو

ہے پودوں نے پہنا نئے پیرہن کو
کِھلے پھول ہر سُو ، سجایا چمن کو

یوں چمن میں بھنورا بھی مَنڈلا رہا ہے
کہ کلیوں کے مَن کو وہ دھڑکا رہا ہے

تتلی بھی ہر پھول پر جھومتی ہے
اور رَس چوسنے کو وہاں بیٹھتی ہے

یہ ہر کوئی اک دُوجے سے کہہ رہا ہے
یہ موسم سہانا بس کچھ دیر کا ہے

خوشی سے یوں جھومو ، خوشی سے یوں گالو
یہ مہمان رُت ہے نظر میں بسالو

سر سید کا بچپن

ڈاکٹر سہیل برکاتی

ایک بچہ اپنے گھر میں اُکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شریر بچے کو جو مذاق سوجھا تو وہ چپکے سے اس بچے کے قریب پہنچا اور پیچھے سے اس کا کندھا پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اس بچے کو بہت غصہ آیا۔ اس کے کپڑے خراب ہو گئے تھے۔ بدلہ لینے کے لیے اس نے شریر بچے پر پتھر پھینکنے شروع کیے، لیکن اسے اتفاق کہیے یا شریر بچے کی خوش قسمتی کہ وہ پتھروں کی زد سے بچ نکلا اور بھاگنے میں کام یاب ہو گیا۔

آپ کو یہ جان کر تعجب ہو گا کہ یہ شریر بچہ بڑا ہو کر سر سید احمد خاں کے نام سے مشہور ہوا۔ سید احمد خان بچپن میں پڑھنے لکھنے سے بہت زیادہ دل چسپی اور شوق نہیں رکھتے تھے۔ عام بچوں کی بہ نسبت ان کی صحت بہت اچھی تھی اور کھیل کود میں بھی وہ کسی سے کم نہیں تھے، لیکن کوئی ایسی بات ان میں نہیں پائی جاتی تھی، جس کو دیکھ کر انھیں ذہین، چالاک یا انٹیلی جنٹ کہا جا سکے۔

سر سید ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید محمد متقی اکبر شاہ کے دربار میں ایک معزز آدمی تھے اور کچھ اس طبیعت اور مزاج کے آدمی تھے کہ انھوں نے سر سید کی تعلیم پر زیادہ توجہ نہ دی۔ اس کے برعکس سر سید کی والدہ بہت سمجھ دار اور عقل مند خاتون تھیں۔ انھوں نے سر سید کی تعلیم کا خاص خیال رکھا اور ان کی پرورش نہایت اچھے اور صاف ستھرے ماحول میں کی اور نصیحتوں اور کار آمد باتوں سے آگاہ کرتی رہیں۔

پانچ برس کی عمر میں سر سید کی تعلیم کا آغاز ''بسم اللہ'' کے ذریعے ہوا۔ قرآن شریف

گھر میں ایک خاتون سے پڑھنے کے بعد انھوں نے باہر مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور جیسا کہ اس زمانے میں قاعدہ تھا، فارسی کی وہ کتابیں جو بچوں کو شروع میں پڑھائی جاتی تھیں، پڑھیں مثلاً گلستاں، بوستاں اور ایسی ہی کچھ اور کتابیں۔

سر سید کے ایک رفیق اور اردو ادب کے محسن الطاف حسین حالؔی نے سر سید پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "حیاتِ جاوید" ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے سر سید کے بچپن، ان کی تعلیم اور ان کے کارناموں کے متعلق بڑے دل چسپ انداز میں لکھا ہے۔ حالی نے لکھا ہے کہ سر سید نے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد کچھ عربی پڑھی، پھر علم ریاضی اور طب کی بھی تعلیم حاصل کی۔

سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں ان کو تعلیم چھوڑنی پڑی۔ ابھی اکیس برس ہی کے تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور انھیں ملازمت کرنی پڑی۔ جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں، سر سید کی والدہ تعلیم کے بارے میں بہت سخت تھیں۔ سر سید نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھ کو خوب یاد ہے کہ جب میں ان کو سبق سناتا یا نیا سبق ان کے پاس بیٹھ کر دیکھتا تو وہ سوت کی گوندھی ہوئی تین لڑیں ایک لکڑی میں بندھی ہوئی میری تنبیہ کو اپنے پاس رکھ لیتی تھیں۔ اگرچہ وہ خفا تو کئی دفعہ ہوئی ہوں گی، مگر ان سوت کی لڑیوں سے مجھے کبھی مار نہیں پڑی۔

سر سید کا ایک اور دل چسپ واقعہ سنیے۔ اس کو پڑھ کر سبق لیجیے اور یہ یاد رکھیے کہ ہر چھوٹے کو اپنے بڑوں کا ادب کرنا چاہیے۔ اس سے عزت و احترام سے پیش آنا چاہیے، چاہے وہ آپ سے رُتبے اور درجے میں کتنا ہی چھوٹا اور حقیر ہی کیوں نہ ہو۔ سر سید لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں میری عمر گیارہ برس کی تھی، میں نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا اور بڈھا

تھا، کسی بات پر تھپڑ مارا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد گھر میں گیا تو میری والدہ نے ناراض ہو کر کہا: ''اس کو گھر سے نکال دو، جہاں اس کا دل چاہے، چلا جاوے۔ یہ گھر میں رہنے کے لائق نہیں رہا، چناں چہ ایک ماما میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے لے گئی اور باہر سڑک پر چھوڑ دیا۔ اسی وقت ایک ماما دوسرے گھر سے یعنی میری خالہ کے گھر سے جو قریب تھا، نکلی اور مجھ کو میری خالہ کے گھر میں لے گئی، میری خالہ نے کہا کہ دیکھو تمھاری والدہ تم سے کس قدر ناراض اور غصہ ہیں اور اس سبب سے جو تم کو گھر میں رکھے گا، اس سے بھی خفا ہوں گی، مگر میں تم کو چھپا رکھتی ہوں اور کوٹھے کے ایک مکان میں مجھ کو چھپا دیا۔ تین دن تک میں اس کوٹھے پر چھپا رہا۔ میری خالہ میرے سامنے نوکروں اور میری بہنوں سے کہتی تھیں کہ دیکھنا آپا جی، یعنی میری والدہ کو، خبر نہ ہو کہ یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ تین دن کے بعد میری خالہ جن کو میں آپا جان کہا کرتا تھا، میری والدہ کے پاس قصور معاف کرانے کے واسطے گئیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر اس نوکر سے قصور معاف کرائے تو میں معاف کردوں گی۔ وہ نوکر ڈیوڑھی پر بلایا گیا۔ میں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے جب تقصیر معاف ہوئی۔ بلاشبہ ایک اچھی ماں ہزار استادوں سے بہتر ہے۔''

یہ تو تھا سر سید کے بچپن کا حال۔ سر سید نے جب ہوش سنبھالا اور ان میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو انھوں نے ملک کے حالات کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے ملک پر قبضہ کر رکھا ہے اور وہ ہندوؤں سے زیادہ مسلمان پر سختیاں اور ظلم کر رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اس صورتِ حال سے نمٹنے اور ترقی کرنے کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ یہ کہ انگریزی تعلیم حاصل کی جائے۔ اس کے سوا کوئی

اور چارہ نہیں۔ سرسید نے جب یہ تجویز لوگوں کے سامنے رکھی تو مسلمانوں نے ان کی سخت مخالفت کی، لیکن سرسید نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور ان کو مسلمانوں کی بھلائی کے لیے یہی ایک راستہ نظر آتا تھا۔ اس لیے وہ اپنے خیالات پر سختی سے جمے رہے اور تقریر و تحریر کے ذریعے اپنی بات مسلمانوں تک پہنچاتے رہے۔ سرسید نے اس سلسلے میں کئی کتابیں لکھیں اور ایک رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا اور پھر ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں ایک کالج کی بنیاد ڈالی۔ اس کالج کا نام 'محمڈن اینگلو اورینٹل کالج'' رکھا گیا۔ اس کالج نے بڑے بڑے رہ نما پیدا کیے، مثلاً مولانا محمد علی جوہؔر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، حسرت موہانی وغیرہ۔ اس طرح سرسید نے بہت نازک وقت میں مسلمانوں کی رہبری کی اور ان کو یہ احساس دلایا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ ان کی ایک الگ تہذیب ہے۔ یہی وہ تحریک تھی، جو آگے چل کر تحریکِ آزادی بنی اور پھر پاکستان کی شکل میں دنیا کے سامنے آئی۔ سرسید نے اردو ادب کی بھی بڑی خدمت کی۔ وہ خود بھی مضامین لکھتے تھے، جو زیادہ تر مقصدی اور اصلاحی ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ اور بڑے لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا جب میں شبلی نعمانی، الطاف حسین حالؔی، محمد حسین آزادؔ، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی چراغ علی وغیرہ کافی مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے اردو ادب میں نئی نئی چیزیں لکھیں۔ پرانے اور فرسودہ طریقوں کو چھوڑ کر نئے اور دل چسپ انداز میں لکھنا شروع کیا۔ سرسید کی تصویر آپ نے اپنی کورس کی کتابوں میں ضرور دیکھی ہوگی۔ سرسید کی شخصیت بڑی اثر انگیز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کرنل گریہم نے ان کے چہرے کو شیر ببر سے مشابہ قرار دیا ہے۔ سرسید اکیاسی سال اس دنیا میں گزار کر ۱۸۹۸ء میں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ☆

سو میٹھے پان

انوار آس محمد

آج شادی کا دن تھا۔ شام کے چھے بج رہے تھے اور رات نو بجے تک بارات کو آنا تھا۔ گھر میں موجود مہمان شادی میں شرکت کی تیاری کر رہے تھے۔ آج شوکت صاحب کی بیٹی کی شادی تھی۔ شوکت صاحب نے عام لوگوں کی طرح شادی میں ہزاروں لوگوں کو دعوت نہیں دی تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ شادی سادگی سے کرنی چاہیے اور ہر طرح کی فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔ مہمان کم ہوں، مگر انتظام اچھا ہونا چاہیے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے خاص خاص رشتے داروں کو دعوت دی تھی۔ شوکت صاحب نے اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ مہمانوں کے لیے کھانے کا معقول انتظام کیا جائے۔

کھانے کے بعد مہمانوں کے لیے میٹھے پان کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ انھوں نے قادر بھائی پان والے کو سو میٹھے پان تیار کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مہمانوں کو پان کھلانے کی روایت شوکت صاحب کے خاندان میں پرانی تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ قادر بھائی پان بہت عمدہ بناتے تھے۔ قادر بھائی بہت غریب بھی تھے۔ اس بہانے شوکت صاحب اُن کی مدد کرنا چاہتے تھے۔

اب تو چھے بج رہے تھے اور قادر بھائی اب تک پان لے کر نہیں آئے تھے۔

اُدھر قادر بھائی بہت پریشان تھے۔ اُن کی بیٹی کی طبیعت بہت خراب تھی اور وہ مسلسل زیرِ علاج تھی۔ قادر بھائی کا علاج پر بہت پیسا خرچ ہو چکا تھا۔ سامان ختم ہو جانے

کی وجہ سے دکان ٹھپ ہو چکی تھی۔

قادر بھائی کے پاس تو شوکت بھائی کے سو پان کا آرڈر پورا کرنے کے پیسے بھی نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے انھوں نے کسی سے اُدھار پیسے لے کر سو میٹھے بنائے تھے۔ قادر بھائی کے شوکت صاحب سے بہت پرانے اچھے تعلقات تھے۔ انھیں پیسوں کی بھی سخت ضرورت تھی اور شوکت صاحب سے منافع ملنے کی اُمید بھی تھی۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ انھوں نے تمام پان ایک تھیلے میں ڈالے اور سائیکل پر سوار ہو کر شوکت صاحب کے گھر کا رُخ کیا۔ وہ بہت جلدی میں تھے۔ شوکت صاحب انھیں کئی بار فون کر چکے تھے۔ روڈ پر قادر بھائی سائیکل دوڑا رہے تھے۔ اچانک ان کی سائیکل پھسل گئی۔ سڑک پر ایک جگہ موٹر آئل گرا ہوا تھا، جس سے چکناہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ قادر بھائی آئل اندھیرے میں نہ دیکھ سکے اور گر پڑے۔ سائیکل ایک طرف گری تو قادر بھائی دوسری طرف۔ ان کے ہاتھ بُری طرح چھل گئے تھے۔

قادر بھائی نے پروا نہیں کی اور سائیکل کی طرف لپکے، سائیکل تو انھوں نے اُٹھا لی، لیکن پان سے بھرا تھیلا، جو کہ اُڑ کر کہیں سڑک کے درمیان جا گرا تھا ایک ٹرک نے وہ تھیلا روند ڈالا اور تمام کے تمام پان کچل گئے۔ اب وہ کسی طرح بھی کھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ قادر بھائی کا تو سر چکرا گیا کہ اب کیا کیا جائے؟ اُن کا سستا سا موبائل فون بھی ٹوٹ چکا تھا۔ وہ شوکت صاحب کو فون بھی نہیں کر سکتے تھے اور نہ انھیں نمبر یاد تھا۔ اب انھوں نے فیصلہ کیا کہ خود ہی شوکت صاحب کو جا کر سب بات بتا دی جائے اور
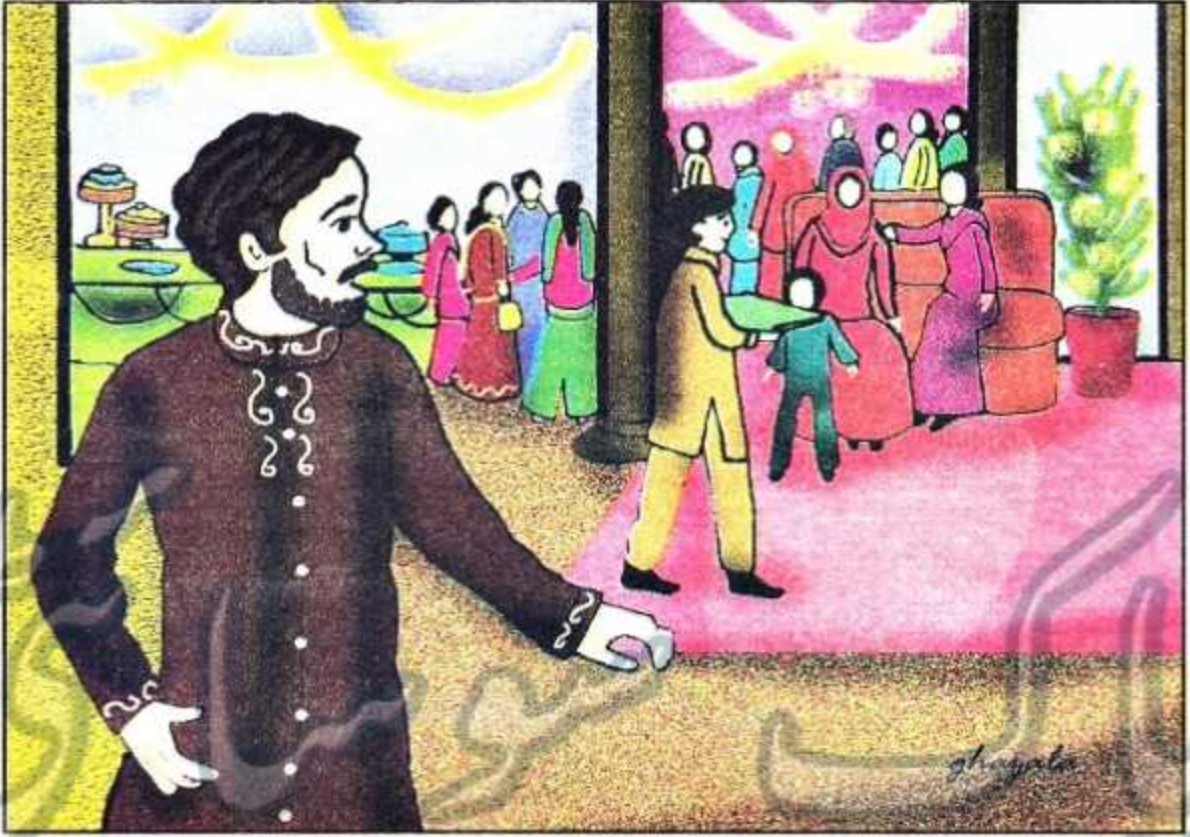
معذرت کر لی جائے۔

خوش قسمتی سے سائیکل کو کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ قادر بھائی بہت اُداسی سے شوکت صاحب کے گھر جا پہنچے اور انھیں سب بتا دیا۔ شوکت صاحب بھی بہت پریشان ہوئے، مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ قادر بھائی نے شوکت صاحب سے کہا کہ اگر وہ کچھ پیسے ایڈوانس دے دیں تو پان پھر سے تیار کر دیں گے، لیکن شوکت صاحب نے ان کی بات نہ مانی اور کہا: ''قادر بھائی! اب پان رہنے دیں بہت دیر ہو گئی ہے۔ بارات بھی آ چکی ہے، بس اب آپ کھانا کھا کر جایئے گا۔''

قادر بھائی یہ سن کر بہت اُداس ہو گئے۔ پیسے ملنے کی اُمید دم توڑ گئی تھی۔ وہ کیا
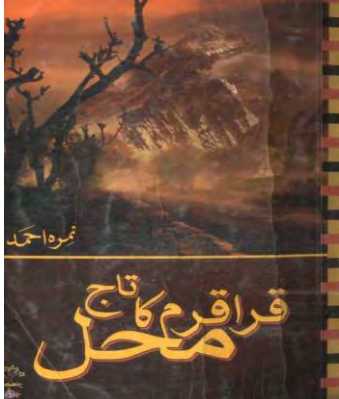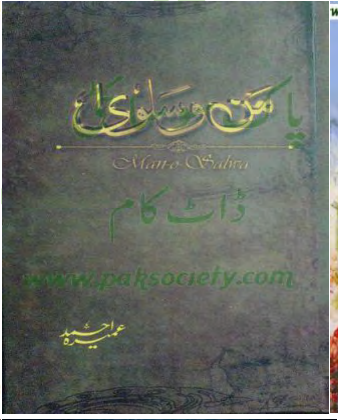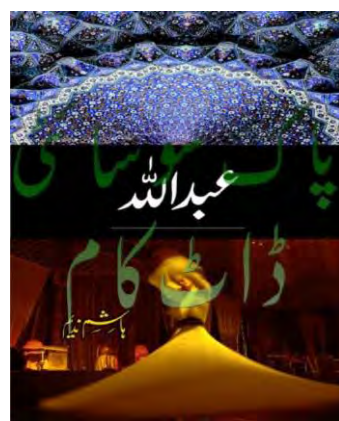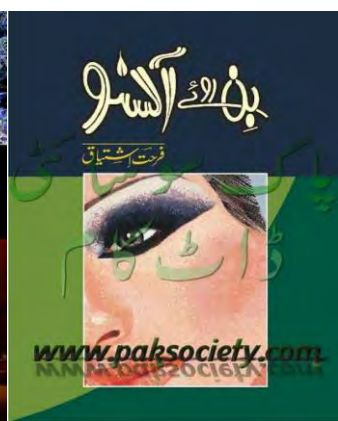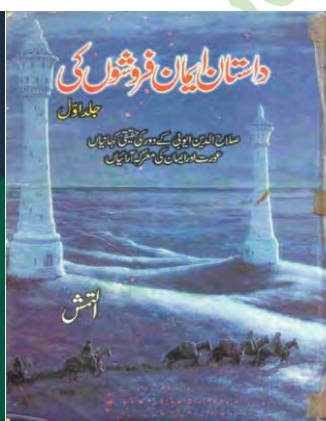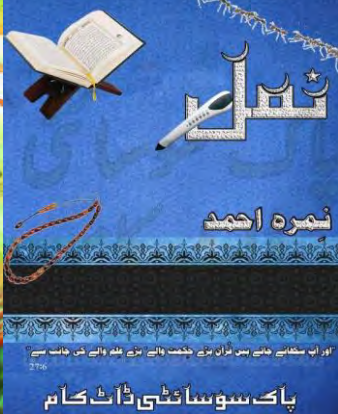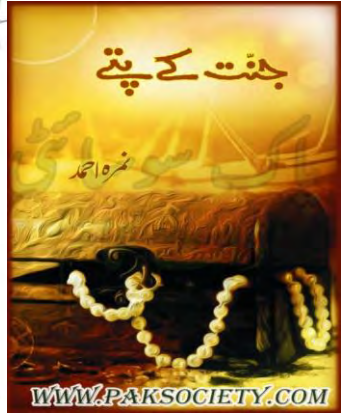
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

خاک کھانا کھاتے بھوک تو اُڑ چکی تھی۔ ٹرک کے نیچے آئے ہوئے پان اُن کا پیٹ بھر چکے تھے۔ تقریب میں موجود ہر شخص کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ قادر بھائی سب کو اُداسی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی نظر جب دلہن پر پڑی تو انھیں اپنی بیٹی یاد آ گئی۔ کاش! میری بیٹی بھی جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔ قادر بھائی کا دل تو چاہ رہا تھا کہ وہاں سے چلے جائیں، لیکن شوکت صاحب نے روک رکھا تھا۔ انھیں ڈر تھا کہ شوکت صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔ وہاں کسی نے بھی قادر بھائی کی طرف توجہ نہیں دی۔ ہاتھ پر آئی ہوئی خراشوں سے اب ہلکا ہلکا خون رسنے لگا تھا، جنھیں قادر بھائی رومال سے جذب کرتے رہے۔ خدا خدا کر کے تقریب ختم ہونے لگی تو قادر بھائی نے جانے کی اجازت طلب کی۔

اب وہ جلد از جلد اپنے گھر جانا چاہتے تھے۔ شوکت صاحب نے انھیں جانے کی اجازت دے دی اور قادر بھائی اپنے گھر واپس آ گئے۔ جہاں ان کی بیمار بیٹی سو رہی تھی اور بیوی انتظار کر رہی تھی۔ بیوی کو تمام ماجرا سنا کر قادر بھائی اُداسی سے بستر پر لیٹ گئے۔

رات کافی ہو چکی تھی نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ ارے اس وقت کون آ گیا؟ یہ سوچتے ہوئے قادر بھائی نے دروازہ کھولا تو سامنے شوکت صاحب کھڑے تھے۔ وہ بولے: ''قادر بھائی! آپ پان کے پیسے لیے بنا ہی واپس چلے آئے؟ یہ لیجیے سو پان کے پیسے۔'' شوکت صاحب نے ایک چھوٹا سا تھیلا قادر بھائی کو تھمایا۔

''لیکن میں نے تو پان ......''

اس سے پہلے کہ قادر بھائی جملہ مکمل کرتے شوکت صاحب نے کہا: ''بھئی باقی باتیں بعد میں، گھر میں بہت کام ہیں، میں جا رہا ہوں۔'' پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

قادر بھائی نے تھیلا کھولا تو اس میں بہت سے لفافے تھے، پیسوں سے بھرے لفافے۔ جو لوگوں نے شادی کے موقع پر شوکت صاحب کو بطور تحفہ دیے تھے۔ شوکت صاحب نے وہ تمام کے تمام قادر بھائی کو دے دیے تھے۔ قادر بھائی کا چہرہ خوشی سے کھِل اُٹھا اور آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ تمام لفافوں کی کُل رقم تقریباً ایک لاکھ روپے تھی، جو بیٹی کے علاج کے لیے کافی تھی۔

☆☆☆

بلاعنوان انعامی کہانی

روبنسن سیموئیل گل

''ارے اشفاق! تم ادھر؟ خیریت تو ہے؟''

اشفاق، مجید صاحب کو بازار میں یوں اچانک دیکھ کر گھبرا گیا۔ اگر اُس کی نگاہ پہلے مجید صاحب پر پڑ جاتی تو یقیناً وہ نظر بچا کر گزر جاتا، مگر پہلے مجید صاحب کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور اشفاق کو بچنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

پانچ سال پہلے اسی بازار میں مجید صاحب کی اشفاق سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

مجید صاحب کا تعلق ایک سماجی تنظیم سے تھا۔ پانچ برس پہلے مجید صاحب زلزلے سے متاثرہ غریب افراد کے لیے رضائیاں اور گدے خریدنے آئے تھے، وہیں اشفاق کی اُن سے ملاقات ہوگئی۔ وہ اُس دکان کے مالک کے پاس مدد مانگنے کے لیے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اشفاق کا

HEEEEELLLLPPPPPPPPPP!!!!

The sun is about to set and Momi & Auzi have lost their way to the House of Saniplast Junior. Come on friends, help them before it gets dark.

تعلق اس علاقے سے تھا، جہاں زلزلے سے تباہی پھیل گئی تھی۔ اس کا پورا خاندان وہیں تھا، مگر وہ خود گاؤں سے دور محنت مزدوری کرتا تھا۔ اس کے گاؤں میں زلزلے سے بہت سی ہلاکتیں ہوئی تھیں۔

''صاحب جی! کیا آپ ہمارے گاؤں کے لیے امداد دے سکتے ہیں؟'' اشفاق نے مجید صاحب سے اُس پہلی ملاقات میں انتہائی دُکھی لہجے میں پوچھا۔

مجید صاحب تو خود بھی اصل مستحقین کی تلاش میں تھے، جن کے ذریعے امدادی سامان بلا رکاوٹ زلزلہ متاثرین تک پہنچے۔

مجید صاحب نے اشفاق کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔

دکان دار نے کہا: ''جناب! گاؤں والوں کے ساتھ اس بے چارے کا اپنا خاندان بُری طرح متاثر ہوا ہے۔ گھر بھی تباہ ہو گئے اور کئی اموات بھی ہوئی ہیں۔ یہ واقعی مستحق ہے، یہ

تن سُکھ جسمانی قوت کو بحال کرنے اور ذہنی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیئے مفید ہے۔اس میں شامل قدرتی اجزاء نظامِ ہضم کو درست رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

بے چارہ تو اِدھر مارکیٹ میں کسی گودام پر کام کرتا تھا اور یہیں تھا، جب زلزلہ آیا۔''

دکان دار کی اس بات نے مجید صاحب کے دل میں اشفاق کے لیے ہمدردی کے جذبات کو اُبھارا۔ انھوں نے اُس میں دل چسپی لیتے ہوئے پوچھا: ''آپ کا نام کیا ہے؟''

''جناب! میرا نام اشفاق ہے۔ زلزلے سے ہمارا خاندان بُری طرح متاثر ہوا ہے اور میری چھوٹی بیٹی ملبے میں دب کر فوت ہوگئی۔ وہ بدنصیب گھر کے اندر تھی جب زلزلہ آیا۔'' یہ کہتے ہوئے اُس کی آواز بھرا گئی۔

یہ سن کر مجید صاحب کا دل بھی پسیج گیا۔ انھوں نے اُسی لمحے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اشفاق کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ انھیں اشفاق کی پُرنم آنکھوں میں سچائی نظر آئی تھی۔ اس کے بعد مجید صاحب نے اشفاق، اس کے خاندان، بھائیوں، رشتے داروں اور گاؤں کے دیگر متاثرین کی بے پناہ امداد کی۔ گدے اور رضائیوں کے علاوہ راشن، مالی معاونت اور مکانوں کی تعمیر تک میں اُن کی تنظیم نے بھرپور کردار ادا کیا۔

جب مجید صاحب اشفاق کے گاؤں پہلی بار گئے تھے تو اُن کے والدین اور بھائیوں نے خوب آؤ بھگت کی تھی۔ بس ایک بھائی تھا جو گُم سُم بیٹھا رہتا، کبھی کسی پتھر پر بیٹھا آنسو بہا رہا ہوتا اور کبھی کسی درخت کے نیچے اپنے ہی خیالوں میں کھویا رہتا۔

اشفاق نے بڑے دُکھ سے بتایا کہ یہ بڑے بھائی وسیم ہیں، اِن کی چودہ سالہ بیٹی جو انتہائی ذہین اور ہنس مکھ تھی۔ وہ اُس وقت اسکول میں تھی جب زلزلہ آیا اور افسوس کہ وہیں اسکول کی عمارت گرنے کے باعث فوت ہوگئی۔ بس اُس کے بعد سے بھائی وسیم کو کھانے پینے کا کوئی ہوش نہیں ہے۔

اشفاق کے دو بھائی دوسری سماجی تنظیموں کے ذریعے سے بھی راشن اور دیگر روزمرہ

استعمال کی چیزیں حاصل کر چکے تھے۔ اشفاق کا مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا۔ اس کی بیٹی بھی اس زلزلے میں فوت ہو گئی تھی۔ اب اس کے تین بچے دو بیٹے، ایک بیٹی زندہ ہیں۔

وقت گزرتا گیا۔ اشفاق مزدوری میں اور مجید صاحب اپنے رفاہی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

آج پانچ سال کے بعد اُسی بازار کے قریب اشفاق کو دیکھ کر مجید صاحب نے فوراً ہی پہچان لیا۔ اشفاق اب پہلے سے کہیں زیادہ کم زور اور بوڑھا دکھائی دیتا تھا۔ اشفاق نے کوشش کی کہ وہاں سے نکل جائے، مگر کوئی بوجھ جس نے اس کے قدموں کو بھی اس قدر بھاری کر دیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

''اشفاق! تم نے مجھے پہچانا......؟ میں مجید ہوں۔''

''صاحب! آپ تو ہمارے محسن ہیں، ہم آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں؟''

''مگر تم نے کبھی دوبارہ رابطہ نہیں کیا۔''

''بس آپ کے احسانوں تلے اس قدر دب گئے تھے کہ دوبارہ ملنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔''

''لو بھلا اس میں احسان والی کیا بات تھی۔ یہ تو میرا فرض تھا، مگر تم اتنے پریشان اور غمگین کیوں دکھائی دے رہے ہو۔ کیا یہیں پر ملازمت کر رہے ہو؟''

''نہیں صاحب جی! ملازمت تو اُسی وقت چھوڑ دی تھی۔ زلزلے کے بعد اتنا کچھ جمع کر لیا تھا کہ بہت دن تک آرام سے بیٹھ کر کھاتے رہے۔ پھر گاؤں میں ہی محنت مزدوری کرتا رہا۔'' اشفاق کے لہجے میں ندامت تھی۔

مجید صاحب غور سے سن رہے تھے۔ اشفاق نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:
''مگر پھر ایک روز میری بیٹی بیمار ہو گئی۔ اس معصوم کو چھوٹی سی عمر میں دل کی تکلیف شروع ہو گئی، اب ڈاکٹروں نے اُس کے دل کا آپریشن کروانے کا کہا ہے۔ اب ہم غریب اتنے پیسے کہاں

سے لائیں۔ اگر آپریشن نہ ہوا تو میری بیٹی مر جائے گی۔'' اپنی بات ختم کرتے ہی اشفاق پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

مجید صاحب نے اُس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا: ''حوصلہ رکھو اشفاق، خدا ضرور کوئی راستہ نکالے گا۔ وہ ہماری برداشت سے بڑھ کر ہمیں آزمائش میں نہیں ڈالتا، بلکہ اُس میں سے نکلنے کی راہ بھی دکھا دیتا ہے، بس اُس پر بھروسا رکھو۔ آؤ میرے ساتھ سامنے والے ہوٹل میں چائے پیتے ہیں۔''

اشفاق آنسو پونچھتے ہوئے خاموشی سے اُن کے ساتھ چل پڑا۔ چائے کا آرڈر دینے کے بعد مجید صاحب نے ایک بار پھر اشفاق کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر نہ صرف مایوسی اور نا اُمیدی تھی، بلکہ عجیب سی ندامت تھی۔ وہ انجانے سے خوف اور بوجھل پن کا شکار تھا۔ اس کے دل پر کوئی بوجھ تھا، جسے نہ تو وہ بیان کرنے کی قوت رکھتا تھا اور نہ مزید اپنے سینے میں رکھ سکتا تھا۔ عجیب اضطراب کی کیفیت تھی۔ اس نے بولنے کی کوشش کی، مگر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس کے گلے میں کانٹا چُبھ گیا ہو۔

مجید صاحب نے پوچھا: ''ڈاکٹرز نے آپریشن کے اخراجات کے متعلق کچھ بتایا؟''

''جی رعایت کرنے کے باوجود وہ کہہ رہے تھے کہ دو سے تین لاکھ روپے کا بندوبست کرلیں۔''

''اوہ یہ تو خاصی رقم ہے۔''

پھر کچھ سوچتے ہوئے بولے: ''اوہ ہاں، تمھارے بڑے بھائی وسیم کا کیا حال ہے اُس نے تو بیٹی کا صدمہ دل پر ہی لے لیا تھا۔ اب کیا حال ہے؟''

''وہ بہت اچھا درزی تھا، شہر میں اُس کی دکان تھی، مگر سب کچھ ختم ہوگیا۔ اب نہ وہ زندوں میں ہے نہ مُردوں میں۔''

''اُس نے بیٹی کی موت کا بہت گہرا صدمہ لیا ہے۔ آخر تم بھی تو اُسی دُکھ سے گزرے تھے، مگر تم نے تو برداشت کر لیا تھا۔''

اشفاق نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر ہچکچاتے ہوئے آخر کہنے لگا: ''آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ خدا واقعی انسان کے ساتھ انصاف ہی کرتا ہے اور مجرم کو سزا بھی دیتا ہے۔ میں خدا کا بھی مجرم ہوں اور آپ کا بھی۔''

اشفاق نے راز سے پردہ اُٹھانے کا تہیہ کر ہی لیا۔ اپنے محسن، ہمدرد اور خیر خواہ کے ساتھ اس نے اس پہلی ہی ملاقات میں کتنا بڑا جھوٹ بولا تھا۔ اُن کے خاندان میں ایک بیٹی تو فوت ہوئی تھی، مگر وہ اشفاق کی نہیں، بلکہ وسیم ہی کی تھی۔

اس نے مجید صاحب سے کہا: ''جناب! میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا کہ میری بیٹی فوت ہوئی۔ دراصل میرے دو بیٹے اور ایک ہی بیٹی ہیں، وہ زندہ سلامت تھے، مگر میں نے لالچ میں آ کر آپ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے غلط بیانی کی۔ بعد میں میری بیوی نے مجھ سے کہا بھی کہ مجھے آپ کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہیے۔ آپ کے ہم پر اتنے احسانات تھے کہ میں سچ بتا کر آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر میں اس واقعے کو بھول گیا، مگر اسی سال جب میری بارہ برس کی بیٹی بیمار رہوئی اور اچانک پتا چلا کہ وہ دل کی ایسی تکلیف میں مبتلا ہے کہ آپریشن کے بغیر اُس کی جان کو خطرہ لاحق ہے تو تب مجھے یاد آیا کہ واقعی خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔

میں اندر ہی اندر گھلتا چلا جا رہا تھا اور رہ رہ کر مجھے وہ لمحہ یاد آتا تھا جب میں نے اپنی پھول جیسی معصوم بیٹی کو پیسوں اور امداد کے لالچ میں آ کر مُردہ قرار دے دیا تھا۔ اب جب میں اپنی اکلوتی بیٹی کو بسترِ مرگ پر دیکھتا ہوں تو اپنے بھائی وسیم کے دُکھ کو بھی سمجھ گیا ہوں کہ اولاد کا اس دنیا سے چلے جانا والدین کے لیے جیتے جی مر جانے کے برابر ہوتا ہے۔''

اشفاق ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا، مگر اب اس کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا۔ اُس کے اندر کا بوجھ جو اسے بے چین کیے ہوئے تھا، دور ہو چکا تھا۔ اب وہ پُرسکون تھا۔

مجید صاحب ساکت ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک لمحے کو تو ان کا دل غصے اور افسوس سے بھر گیا، مگر پھر وہ پُرسکون ہو کر اشفاق کی باتیں تسلی سے سنتے رہے۔

اشفاق نے پھر کہا: ''اب میں جان گیا ہوں کہ خدا نے میرے ہی بھلے کے لیے میری آپ سے یوں اچانک ملاقات کروا دی ہے، ورنہ یہ احساسِ جرم، یہ بوجھ مجھے اندر ہی اندر کھا رہا تھا۔ آپ میرے بارے میں جو بھی سوچیں جھوٹا، فریبی، دھوکے باز، یہ آپ کا حق ہے، مگر مہربانی سے صرف ایک بار اتنا ضرور کہہ دیجیے گا کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے، تاکہ میں اس کرب سے مکمل طور پر رہائی حاصل کر سکوں۔

مجید صاحب اب تک گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انھوں نے صرف اتنا کہا: ''اشفاق! تم نے مجھے نہیں خدا کو بھی دھوکا دیا ہے، لیکن درحقیقت ہم خدا کو کبھی دھوکا نہیں دے سکتے۔ ایسا کر کے دراصل ہم خود ہی دھوکا کھا رہے ہوتے ہیں۔ مجھے واقعی تمھاری یہ بات سُن کر صدمہ پہنچا ہے۔ افسوس کہ اب واقعی وہ لمحہ آچکا ہے کہ تمھارا بولا ہوا جھوٹ، سچ کا رُوپ دھار کر تمھارے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔

اشفاق پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اُس کے پاس مزید الفاظ نہ تھے، جو وہ اپنی صفائی میں کہہ سکتا۔ اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ ایک بار پھر مجید صاحب سے مدد کی اپیل کر سکتا۔ وہ تو درحقیقت اُن کی نظروں میں گر چکا تھا۔

مجید صاحب نے چائے کا بل ادا کیا اور اشفاق کو خدا حافظ کہتے ہوئے بڑی خاموشی

کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اشفاق جو اپنے آپ کو چند لمحے پہلے ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا، اب پہلے سے بھی زیادہ بوجھل ہو چکا تھا۔ وہ صرف اتنا جاننا چاہتا تھا کہ کیا مجید صاحب نے اُسے معاف کر دیا یا نہیں، مگر افسوس کہ اس کے دل پر ایک اور بوجھ بڑھ گیا۔

اگلے روز ڈاکٹر نے اشفاق کو یہ خوش خبری سُنا کر حیران کر دیا کہ اُس کی بیٹی کے آپریشن کے لیے تمام اخراجات کا بندوبست ہو گیا۔

اشفاق خوشی کی خبر سن کر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کچھ فاصلے پر مجید صاحب ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ لیے کھڑے تھے۔ وہ اشفاق کی جانب آئے اور پھر مسکراتے ہوئے بولے: ''کیا میں اپنی بیٹی سے مل سکتا ہوں؟''

اشفاق اور اُس کی بیوی دونوں کی آنکھوں میں خوشی اور شکر گزاری کے آنسو تھے۔ یقیناً ایک بڑا بوجھ اُن کے اوپر سے اُتر چکا تھا۔

اشفاق کی بیٹی مسکراتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۷ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- مارچ ۲۰۱۷ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

نیند سے جگانے والا انوکھا آلہ

بہت سے لوگ صبح جلدی جاگنے کے لیے الارم لگا کر سوتے ہیں، لیکن گہری نیند اور سُستی کی وجہ سے الارم بند کر کے دوبارہ سو جاتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے، بلکہ اگر کہیں پہنچنا ہو تو تاخیر سے پہنچتے ہیں۔ اب ایسے لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ مائیکروسافٹ نے ایک ایسا آلہ تیار کر لیا ہے، جو آپ کو جگا کر ہی دم لے گا۔ جب تک یہ آپ کو پوری طرح سے جگا نہ دے، یہ کلاک بند نہیں ہوگا۔ اس آلے میں چند سیکنڈ پر مشتمل ۲ یا ۳ گیم ہیں، جو اسکرین پر ظاہر ہوتے ہیں۔ الارم بند کرنے کے لیے ان میں سے ایک گیم کھیلنا ضروری ہے، تاکہ الارم دوبارہ نہ بجے۔ اگر آپ ٹھیک طرح یہ گیم نہ کھیل پائے تو دس منٹ بعد یہ الارم دوبارہ بجنا شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ گیم جیتنے کے لیے پوری طرح بیدار ہونا پڑے گا۔

۹۴ سالہ خاتون نے گریجویشن کر لی

امریکا میں ۹۴ سالہ خاتون نے گریجویشن کی ڈگری حاصل کر لی۔ امریکی ریاست ہوائی میں ۹۴ سالہ ''ایمی کراٹن'' نے نیو ہیمپشائر یونی ورسٹی سے ''کریٹیو رائٹنگ اینڈ انگلش'' میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انھوں نے ڈھائی سال پہلے آن لائن کورس میں داخلہ لیا تھا۔ ایمی نے امریکی ریاست ہوائی کے صدر مقام ''ہونولولو'' میں ہونے والی ایک تقریب کے دوران یونی ورسٹی انتظامیہ سے اپنی ڈگری وصول کی۔ ایمی کا کہنا ہے کہ میں نے ۱۹۶۲ء میں کالج چھوڑ دیا تھا اور پھر اپنے بچوں کی پرورش میں مصروف ہو گئی، جس کی وجہ سے وہ تعلیم مکمل نہیں کر سکی۔ اب جب اپنے تمام فرائض سے فارغ ہو گئی ہوں تو آن لائن کورس میں داخلہ لے کر ڈگری حاصل کر لی۔

سمندر میں ڈوبا ہوا قدیم شہر دریافت

فرانسیسی مہم جوؤں کی ٹیم نے بحیرۂ روم میں ڈوبا ہوا قدیم شہر دریافت کر لیا ہے۔ مشہور تاریخ داں ہیرڈوٹس کے مطابق ''ہیراکلیو'' نامی یہ شہر قدیم مصری ریاست کا ایک بڑا اور خوش حال شہر تھا، جو تقریباً پندرہ سو سال قبل سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔ مصری شہر اسکندریہ کے قریب کی جانے والی اس مہم جوئی میں قدیم مجسمے، ۶۴ بحری جہاز اور نوادرات کا کھوج بھی لگایا گیا ہے، جنھیں جلد ہی نمائش کے لیے پیش کیا جائے گا۔

☆☆☆

جو بھی فرض نباہیں گے

امجد شریف

وہ ہی راحت پائیں گے
وہ ہی جشن منائیں گے
جو بھی فرض نباہیں گے

وہ ہی سب سے پیارے ہیں
وہ ہی راج دلارے ہیں
جو بھی فرض نباہیں گے

ان کو اچھا جانیں گے
ان کو رہبر مانیں گے
جو بھی فرض نباہیں گے

خوش قسمت کہلائیں گے
وہ ہی میوے کھائیں گے
جو بھی فرض نباہیں گے

وہ ہی رتبہ پائیں گے
گیت خوشی کے گائیں گے
جو بھی فرض نباہیں گے

سب کے من کو بھائیں گے
امجد عزت پائیں گے
جو بھی فرض نباہیں گے

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

بیٹے کو نصیحت

مرسلہ : محمد اصغر بھٹہ، ملتان

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: ''اے میرے پیارے بیٹے! لوگوں کے سامنے گردن نہ اکڑانا۔ نظر نیچی رکھنا۔ اپنے پاؤں زمین پر زور زور سے نہ مارنا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلنا۔ اپنی آواز کو پست یعنی ہلکی رکھنا۔ کم بولنا۔ اچھی بات کرنا، جھوٹ، غیبت سے بچنا۔ کم زوروں کی مدد کرنا۔ پیٹ سے کم کھانا، زیادہ نیند سے بچنا۔ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا۔''

ڈیڑھ پاؤ

مرسلہ : نازیہ ابراہیم مکھل، مکھل شہر

''اردشیر بابکان'' ایران کا ایک ساسانی بادشاہ تھا۔ اس نے ایک دن شاہی حکیم سے پوچھا: ''انسان کو دن بھر میں کتنی غذا کھانی چاہیے؟''

حکیم نے کہا: ''ڈیڑھ پاؤ۔''

بادشاہ نے پوچھا: ''اتنی سی مقدار بھلا کیا طاقت دے گی؟''

حکیم نے کہا: ''انسان کی صحت کے لیے اتنی ہی مقدار کافی ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ کھاتا ہے، اپنا جان کا دشمن ہے۔''

مرزا اسد اللہ خاں غالب

مرسلہ : حافظ وقاص رؤف، صادق آباد

مرزا غالب اردو کے بہترین شاعر تھے۔ پہلے آپ کا تخلص اسد تھا، بعد میں غالب رکھ لیا تھا۔ وہ ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم عبداللہ بیگ خاں اور آپ کے چچا نصر اللہ بیگ خاں فوج میں تھے۔ مرزا غالب ۵ سال کے تھے جب ان کے والد وفات

پا گئے۔ ۴ سال بعد ان کے چچا بھی وفات پا گئے۔ مرزا غالب نے شاعری کا آغاز آگرہ سے ہی کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں انھوں نے شاعری شروع کر دی۔ ان کی شادی نواب الٰہی بخش کی بیٹی سے ہوئی، جن کا نام امراؤ بیگم تھا۔ اس کے بعد غالب دلی آ گئے۔ یہاں انھوں نے شاعری پر بہت توجہ دی اور جلد ہی فارسی کی تعلیم بھی مکمل کر لی۔ مرزا غالب کو ہمیشہ فارسی پر فخر رہا، مگر ان کی پہچان اردو زبان کی شاعری سے بنی۔

مرزا غالب نے مالی پریشانیاں بھی دیکھیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد شاہی خاندان نے ان کی کچھ حد تک مالی مدد کی، مگر برطانیہ کی حکومت نے ان کی پینشن روک دی۔ انھوں نے پینشن کے لیے کولکتہ کا سفر بھی کیا، مگر کچھ نہ ہوا۔

مرزا غالب کی پینشن ۳ سال بعد بحال تو ہوئی، مگر وہ قرضے اُتارنے میں صرف ہو گئی۔ غالب کی وفات ۱۵-فروری ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ وہ آج بھی اردو کے سب سے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری آج بھی زندہ ہے۔

تشخیص

تحریر : عطاء الحق قاسمی

انتخاب : مہک اکرم، لیاقت آباد

معالجوں میں سے ہمارے جو دوست حکیم صاحب ہیں، وہ تشخیص کے ماہر ہیں، بس مریض کی نبض دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: ''تمھارا جگر خراب ہے۔''

ایک دفعہ ہماری موجودگی میں انھوں نے بیس مریضوں کو یہی بتا دیا کہ تمھارا جگر خراب ہے، بلکہ اب تو یہ عالم ہے کہ انھیں تشخیص کی ضرورت نہیں پڑتی، مریض ان کے پاس آتے ہیں اور ان کے کہنے سے پہلے خود ہی کہتے ہیں: ''حکیم صاحب میرا جگر خراب ہے۔''

ایک دفعہ ہم نے حکیم صاحب سے پوچھا: حکیم صاحب! آپ کو علم ہے کہ انسانی جسم میں جگر کہاں واقع ہے؟''

بولے: ''نہیں۔''

ہم نے کہا: ''جب آپ جگر سے حدود اربعہ سے بھی واقف نہیں ہیں تو مرض کی تشخیص اور علاج کیسے کرتے ہیں؟''

یہ سن کر اپنے گردے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''میاں یہ دماغ اللہ نے آخر کس لیے دیا ہے؟''

معذور بچے

شاعر : محشر بدایونی

انتخاب : یوسف رمضان، کراچی

بچے ہیں ہم لعل و گہر
ہم با سلیقہ ، با ہنر
روشن ہیں مانند قمر
ہر دم بلندی پر نظر
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو
سادہ زباں ، شیریں سخن
ہم ہیں اُمیدوں کی کرن
ہم پھول ، ہم جانِ چمن
ہم زندگی کا بانکپن
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو
جس دن ہماری محنتیں
اس دن کھلیں گی قسمتیں
دیں گی جہاں کو نعمتیں
کیا ہیں ہماری عظمتیں
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو
خورشید ہم، مہتاب ہم
شائستہ آداب ہم
خدمت کا روشن باب ہم
اندر سے شاداب ہم
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو
ہم آسمان پر چھائیں گے
ہم روشنی پھیلائیں گے
اور کہکشاں بن جائیں گے
دنیا میں عزت پائیں گے
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

پاکستان کی معلومات

مرسلہ : عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

☆ پاکستان کا پورا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے۔

☆ پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خاں تھے۔

☆ پاکستان کا سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن لاہور میں ہے۔

☆ پاکستان کی سب سے بڑی بندگاہ کراچی میں ہے۔

☆ پاکستان کی سب سے بڑی نمک کی کان کھیوڑہ، جہلم میں ہے۔

☆ پاکستان کا پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔ موجودہ اسلام آباد ہے۔

☆ پاکستان کا سب سے بڑا ٹیلے ویژن اسٹیشن کراچی میں ہے۔

☆ پاکستان میں کوئلے کی بڑی کان کوئٹہ میں ہے۔

☆ پاکستان کا پہلا سکہ ۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو جاری ہوا۔

☆ پاکستان میں دنیا کا بہترین شہری نظام موجود ہے۔

☆ پاکستان کا سب سے بڑا ضلع خضدار بلوچستان میں ہے۔

احمق پھپھوندوی

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

مشہور مزاحیہ شاعر احمق پھپھوندوی کا اصل نام محمد مصطفیٰ خاں تھا۔ وہ ۱۸۹۹ء میں ضلع اٹاوہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ شاعر کے علاوہ ادیب بھی تھے اور طبیب بھی۔ شاعری مزاحیہ کرتے تھے۔ انگریز دشمنی کی بنا پر مختلف اوقات میں مجموعی طور پر ۱۴ برس جیل میں گزارے۔ لاہور شہر انھیں بہت پسند تھا۔ ۱۹۲۱ء میں جب تحریکِ خلافت کے سلسلے میں قید ہوئے تو مزاحیہ غزلوں میں سیاسی مضامین بھی شامل کرنا شروع کر دیے۔ وہ عموماً اہلِ سیاست، ملاؤں اور جدید معاشرت کو طنز کا نشانہ بناتے تھے۔ سنگ وخشت کے علاوہ تین کتابیں اور بھی تصنیف کیں۔ ☆

ہاتھی - بچوں کا پسندیدہ جانور

نسرین شاہین

ہاتھی جسامت کے لحاظ سے خشکی کا ایک بڑا جانور ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً بارہ فیٹ اور وزن تقریباً چھے ٹن تک ہوتا ہے۔ یہ ۴۰ میل فی گھنٹے کی رفتار سے آسانی سے دوڑ سکتا ہے۔ ایشیا میں انڈیا، سری لنکا، برما اور تھائی لینڈ میں پائے جانے والے ہاتھیوں کے مقابلے میں افریقا کے ہاتھی بھاری بھرکم جسم اور بے پناہ طاقت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے دانت بہت قیمتی ہوتے ہیں۔

ہاتھی دنیا کے مختلف حصوں میں پایا جاتا ہے، لیکن اس کا اصل وطن براعظم افریقا ہے۔ افریقا کے ہاتھی اتنے نڈر ہوتے ہیں کہ طاقت ور شیروں سے بھی نہیں ڈرتے۔ شیر ان کے مقابلے پر آ جائے تو ہاتھی شیر کو ہلاک بھی کر دیتا ہے۔ ایک جوان ہاتھی بڑے بڑے درختوں کو ٹکر مار کر جڑ سے اُکھاڑ دیتا ہے۔ ہاتھی اپنے لمبے دانتوں سے کھڑی فصلیں تباہ کر دیتا ہے۔ اس کی سونڈ میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اس کی مدد سے ریل کی پٹریاں بھی اُکھاڑ دیتا ہے۔ ہاتھی اپنی سونڈ کی مدد سے وزنی سامان بھی نہایت آسانی سے اُٹھا لیتا ہے۔

ہاتھی کے بچے کا وزن پیدائش کے وقت ۲۰۰ پونڈ ہوتا ہے۔ شروع میں وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا، مگر دو تین روز میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ننھا ہاتھی ڈگمگا کر چلتا ہے اور اس کی ننھی سونڈ بھی قابو میں نہیں رہتی۔ جن بھاری بھرکم پیروں سے ہاتھی دوسرے جانوروں کو کچل دیتے ہیں، ان ہی موٹے موٹے پیروں سے وہ اپنے بچے کو کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔ جس سونڈ سے ہاتھی کئی من وزن اُٹھا لیتے ہیں، اسی سونڈ سے یہ

اپنے بچے کا جسم بڑے پیار سے سہلاتے ہیں۔ ہتھنی اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اگر بچے کی اصلی ماں موجود نہ ہو تو کوئی بھی ہتھنی دودھ پلا دیتی ہے۔ تمام ہتھنیاں ہر وقت ننھے ہاتھیوں کی حفاظت اور مدد کے لیے تیار رہتی ہیں۔

ہاتھی کے بچے بھی کھیل کود کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ کبھی وہ سفید بگلوں کا تعاقب کرتے ہیں تو کبھی ایک دوسرے کو زور زور سے ٹکریں مارتے ہیں۔ ابھی ان کے دانت پوری طرح باہر نہیں نکلے ہوتے، لیکن وہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو اپنے دانت چبھو رہے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہیں اور بعض اوقات لڑکھڑا کر گر بھی جاتے ہیں۔ یہ کھیل ان کے لیے بے حد مزے دار ہوتا ہے۔ بڑے ہاتھی اپنے بچوں کے کھیل کود سے لطف اُٹھاتے ہیں اور دل چسپی سے ان کا کھیل دیکھتے ہیں۔

جب ہاتھی کے بچے دو سال کے ہو جاتے ہیں تو ان کے بچپن کا زمانہ رخصت ہو جاتا ہے۔ اب ہتھنیاں ان کا لاڈ پیار کرنے کے بجائے انھیں آپس میں مل جل کر رہنے کے قاعدے سکھانے لگتی ہیں۔ اگر کوئی بچہ اپنی ماں کو ستائے یا اپنے سے چھوٹے ہاتھی کے بچے کو تنگ کرے تو ماں فوراً اپنی سونڈ سے اس کی پٹائی لگاتی ہے۔ نر اور مادہ بچے کافی عرصے تک ماں کے ساتھ غول میں شامل رہتے ہیں۔ غول کی سربراہ اکثر ہتھنی ہوتی ہے۔ جب ہاتھی تیرہ سال کی عمر کو پہنچ کر جوان ہو جاتے ہیں تو پھر غول کی سربراہ ہتھنی انھیں اپنے خاندان سے الگ کر دیتی ہے، تاکہ وہ اپنا الگ خاندان بنائے۔ جو جوان ہاتھی الگ نہ ہونا چاہے تو اسے غول کی سربراہ ہتھنی زبردستی غول سے الگ کر دیتی ہے۔ مجبوراً جوان ہاتھی اپنے خاندان کو چھوڑ کر ہم عمر ہاتھیوں کے غول میں شامل ہو جاتا ہے۔

ہاتھی ہمیشہ گروہوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہو تو اِکھٹے ہو کر سفر کرتے ہیں۔ ہاتھیوں کے غول اپنے مخصوص علاقوں میں رہتے ہیں۔ یہ علاقہ عموماً ۲۰ مربع میل کی حدود میں پھیلا ہوتا ہے۔ غول کی سربراہ بوڑھی ہتھنی پورے غول کو اپنی قیادت میں لے کر چلتی ہے۔ وہ نہ صرف شیروں اور بھیڑیوں سے غول کی حفاظت کرتی ہے، بلکہ انھیں متحد بھی رکھتی ہے۔ تمام ہاتھی، ہتھنی کا کہنا مانتے ہیں۔ غول کے ہر ہاتھی کے لیے نظم وضبط لازمی ہوتا ہے۔

ایک جوان ہاتھی کی خوراک روزانہ چھے سو پونڈ سے زیادہ ہوتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں ہاتھیوں کے غول کئی کئی میل کا سفر روزانہ کرتے ہیں۔ ان کی خوراک میں گھاس، جھاڑیاں اور درختوں کے پتے شامل ہیں۔ گنا ان کی مرغوب غذا ہے۔ ہاتھی صرف خوراک کی تلاش اور کھانے پینے میں پندرہ سولہ گھنٹے صرف کر دیتے ہیں۔ باقی وقت وہ آرام کرنے میں گزارتے ہیں۔ ہاتھی جب کھانے پینے میں مصروف ہوتے ہیں تو ان کے بچے کھیلنے کودنے میں مگن رہتے ہیں۔

ہاتھی کی قوتِ شامہ یعنی سونگھنے کی قوت نہایت تیز ہوتی ہے۔ ہاتھی کے بچے اپنے نتھنوں سے جو سونڈ کے سرے پر ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر چیز سونگھ لیتے ہیں۔ اس وقت ان کی قوتِ شامہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ ہاتھی بہت دور سے چیزوں کی بُو سونگھ لیتا ہے۔ ہاتھی اپنی سونڈ سے پانی پینے اور کھانا منھ تک لے جانے کا کام لیتا ہے۔ ہاتھیوں کو نرم مٹی میں لوٹنا اچھا لگتا ہے۔ یہ نہانے کے بھی بے حد شوقین ہوتے ہیں۔ چشموں، جھیلوں اور دریاؤں کے پانی میں گھنٹوں نہاتے رہتے ہیں۔ ہاتھی فطرتاً ایک معصوم، ذہین اور شرمیلا جانور ہے۔ ☆

باغی

محمد شاہد حفیظ

''کون ہو تم......؟'' پہرے پر موجود سپاہی نے پوچھا۔

''میں چاہوں تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچا سکتا ہوں، مگر میں جھوٹ بول کر اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا۔ میں ہی وہ باغی سردار ہوں، جسے گرفتار کرنے کے لیے تمھیں یہاں کھڑا کیا گیا ہے۔ میرا بیٹا بے حد بیمار ہے، میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو، تاکہ میں اپنے بیٹے کو دیکھ سکوں، بعد میں تم بے شک مجھے گرفتار کر لینا۔'' آنے والا باغی سردار بولا۔

پہرے پر موجود سپاہی یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا اور کچھ دیر بعد بولا: ''چوں کہ تم نے سچ بولا ہے، اس لیے میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے بیٹے کو دیکھ لو، مگر وعدہ کرو کہ تم واپس ضرور آؤ گے۔''

باغی سردار نے کہا: ''ٹھیک ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر ضرور واپس آؤں گا۔''

یہ کہہ کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ پہرے دار اسے گرفتار کرنے کے لیے اس کے گھر کے باہر انتظار کرنے لگا۔ باغی سردار نے بیمار بچے کو دیکھا، اسے خوب پیار کیا اور کچھ دیر بیوی سے باتیں کرنے کے بعد واپس جانے کے لیے پلٹا تو بیوی بولی: ''آپ اس راستے سے نہ جائیں ورنہ آپ گرفتار ہو جائیں گے، خفیہ راستے سے نکل کر فرار ہو جائیں۔''

''نہیں! بہادر جو وعدہ کرتے ہیں، اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ میں نے پہرے
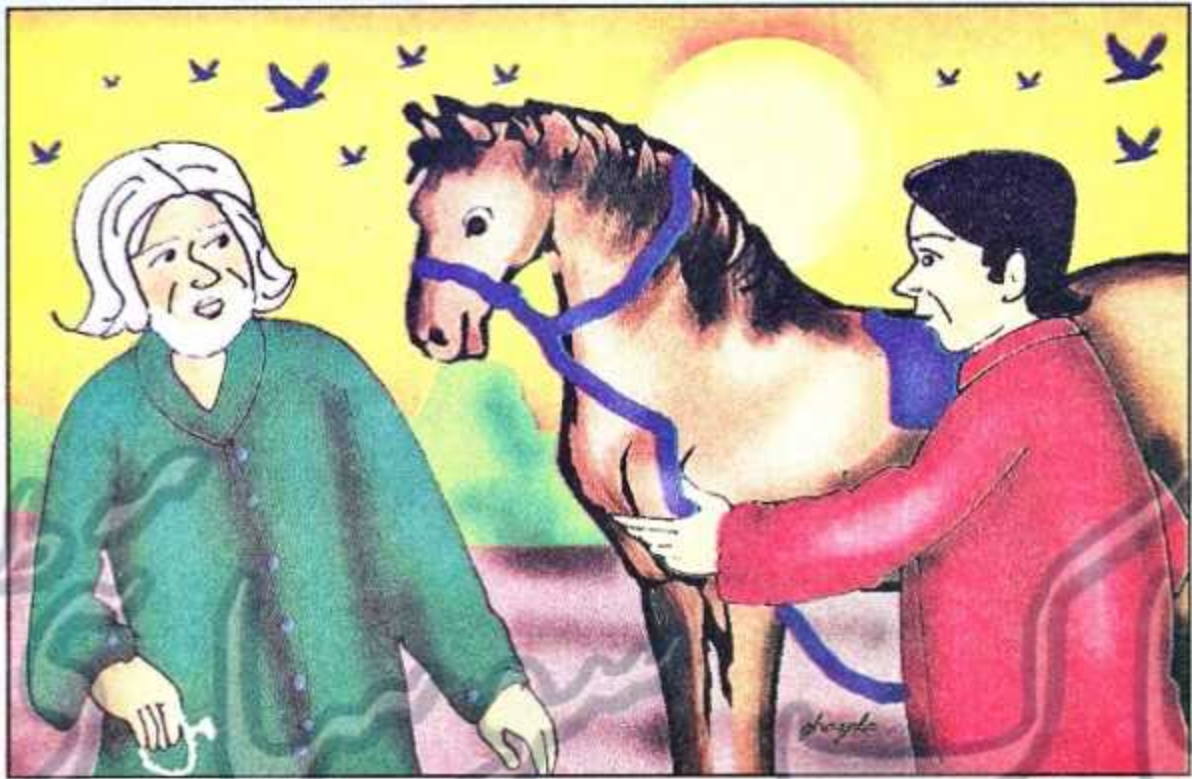
پر موجود سپاہی سے وعدہ کیا ہے کہ واپس ضرور آؤں گا۔''

باغی سردار نے کہا اور گھر سے باہر آ کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔

پہرے دار سپاہی، باغی سردار کے وعدے کی پابندی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا: ''میرا دل نہیں چاہتا کہ تمھیں گرفتار کروں، گھوڑا موجود ہے، تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔''

''مجھے گرفتار نہ کر کے تم مشکل میں پھنس جاؤ گے اور گرفتار کر لینے کی صورت میں تمھیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔'' باغی سردار نے کہا۔

''اللہ میرا حافظ ہے، مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔''

سپاہی کی بات سن باغی سردار خوش ہو گیا اور اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے نکل گیا۔

اتنی دیر میں باغی سردار کے فرار ہونے کی خبر ہر سُو پھیل چکی تھی۔ بادشاہ نے سپاہی کو گرفتار کرنے کے لیے ایک اور افسر کو روانہ کر دیا۔

جب دوسرا افسر باغی سردار کے گھر پہنچا اور پہرے پر موجود سپاہی سے پوچھا تو سپاہی سے اسے سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ یہ سن کر افسر کو شدید غصہ آیا اور اس نے سپاہی کو گرفتار کر لیا۔

باغی سردار ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا، اسے خبر ملی کہ اس کا محسن اس کی وجہ سے مشکل میں پھنس گیا ہے تو وہ فوراً واپس پہنچا اور افسر کی خدمت میں حاضر ہو کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔ افسر دونوں کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا اور اسے سارا قصہ سنا دیا۔

بادشاہ نے ساری بات سننے کے بعد کہا: ''اے سپاہی! اگرچہ تم نے اپنے فرض میں کوتاہی برتی ہے، مگر مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میری فوج میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو مجھ سے زیادہ مالکِ حقیقی کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ تم اگر چاہتے تو جھوٹ بول کر خود کو بچا سکتے تھے۔ میں تمھاری بہادری، رحم دلی اور صاف گوئی سے بے حد متاثر ہوا ہوں، اس لیے میں تمھیں معاف کرتے ہوئے تمھارے منصب پر بحال کرتا ہوں۔''

اب بادشاہ باغی سردار کی طرف متوجہ ہوا: ''میں تمھاری بہادری اور عہد کی پابندی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تم نے جھوٹ کا سہارا نہیں لیا، پھر اگر تم چاہتے تو اپنے محسن کو مشکل میں چھوڑ کر بھاگ سکتے تھے، لیکن تم نے ایسا کرنا گوارا نہ کیا۔ میں تمھاری سزا بھی معاف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مالکِ حقیقی ہم سب کو معاف کر دے۔''

☆☆☆

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

ونسنٹ ولیم وان گاگ

اب تک آپ مصوری کے بارے میں کسی حد تک جان چکے ہیں۔ مصوری کے ساتھ ساتھ مصوروں کے بارے میں بھی جاننا چاہیے۔ اس سے مصوروں کے کام اور ان کی زندگی کے بارے میں آگہی ہوگی۔

گندم کے کھیت میں کوے

ایک بڑے مصور ونسنٹ ولیم وان گاگ (VINCENT WILLEAM VAN GOGH) ہیں، جو ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۰ء میں وفات پا گئے۔ انھوں ۲۰۰۰ سے زیادہ تصویریں بنائیں۔

ان کی دو مشہور تصاویر ''سورج مکھی'' اور ''گندم کے کھیت میں کوے'' کا عکس دیا جا رہا ہے۔ وہ اپنی تصویروں میں گہرے رنگ اور TEXTURE کا استعمال زیادہ کرتے تھے۔ آیندہ کچھ اور مصوروں کے بارے میں بھی بتایا جائے گا۔

سورج مکھی

☆☆☆

ریچھ ماں

جاوید اقبال

جمعہ خان جب جنگل میں داخل ہوا تو شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ گزشتہ ساری رات بارش ہوتی رہی تھی، اس لیے گیلی زمین پر ریچھ کے پنجوں کے نشان واضح ہو رہے تھے۔ مدھم روشنی میں وہ ریچھ کے پنجوں کے نشان دیکھتا محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ پنجوں کے نشان گھنے جنگل کی طرف جا رہے تھے۔

یہ دن ڈھلنے سے ذرا پہلے کا واقعہ ہے۔ جنگل کے کنارے کھیتوں میں کسان کام کر رہے تھے۔ کچھ دور کسانوں کے بچے کھیل رہے تھے۔ ایک عورت نے اپنا ننھا سا بچہ بھی

نرم گھاس پر لٹا دیا تھا۔ مرد اور عورتیں اپنے کام میں مگن تھے کہ اچانک ایک ریچھ جنگل سے نکلا اور ننھے منے بچے کو اُٹھا کر جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔ بچے کے ماں باپ اور دوسرے کسان شور مچاتے ریچھ کے پیچھے بھاگے۔ اس ہجوم کو جنگل کے کنارے شکاری جمعہ خان نے روک لیا اور سمجھایا کہ اتنے لوگوں کا جنگل میں جانا ٹھیک نہیں۔ اس طرح بچے کے بچنے کا امکان ختم ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ وہ اکیلا ریچھ کے پیچھے جائے گا، پھر وہ بچے کے ماں باپ کو روتا چھوڑ کر اپنی بندوق لیے جنگل میں گھس گیا۔

جمعہ خان گیلی زمین پر ریچھ کے پنجوں کے نشان دیکھتا تیزی سے ریچھ کا پیچھا کر رہا تھا کہ اچانک آگے پتھریلی زمین آ گئی۔ یہاں پنجوں کے نشان ختم ہو گئے تھے۔ جمعہ خان ایک چھوٹی چٹان پر چڑھ گیا اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ دور اسے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ جمعہ خان کے سوچا ریچھ وہاں ہو سکتا ہے۔ آگے چٹانیں اور گہری کھائیاں تھیں، اس لیے جمعہ خان ایک لمبا چکر کاٹ کر وہاں پہنچا۔ گھنے درختوں کی وجہ سے یہاں اندھیرا تھا۔ جمعہ خان کی گرفت اپنی بندوق پر سخت ہو گئی۔ وہ گہری نظروں سے جھاڑیوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کے کاندھے پر ایک بھاری ہاتھ کی ضرب لگی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ بندوق اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گری۔ ایک خوف ناک غراہٹ کے ساتھ ایک سیاہ وجود اس کے اوپر جھپٹا۔ جمعہ خان پھرتی سے قلابازی لگا کر اس جگہ سے ہٹ گیا۔ ایک بھاری سیاہ ریچھ عین اسی جگہ گرا، جہاں پہلے جمعہ خان گرا تھا۔ اپنا حملہ ناکام ہوتے دیکھ کر ریچھ غضب ناک ہو کر اپنے پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور دوبارہ جمعہ خان پر جھپٹا۔ اس دفعہ ریچھ کا پنجہ جمعہ خان کی قمیص پھاڑتا اس کے کاندھے کے گوشت میں اُترتا چلا گیا۔ جمعہ خان نے تڑپ کر اپنی کہنی

ریچھ کی تھوتھی پر ماری۔ اس چوٹ سے ریچھ پیچھے ہٹ گیا۔ جمعہ خان ریچھ کے اگلے حملے سے بچنے کے لیے تیزی سے پیچھے ہٹا تو ایک جھاڑی سے اُلجھ کر گر پڑا۔ گرتے ہی اس کا ہاتھ اپنی گری ہوئی بندوق پر پڑا۔ جمعہ خان نے جھپٹ کر بندوق اُٹھالی اور سیدھا ہو کر ریچھ کی طرف دیکھا۔ ریچھ جھومتا ہوا اس کے سر پر آ پہنچا تھا۔ جمعہ خان کو بندوق سیدھی کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس نے بندوق کے پچھلے حصے سے ریچھ کے سر پر وار کیا۔ اس بھرپور چوٹ سے ریچھ چکرا گیا۔ جمعہ خان کو بندوق سیدھی کرنے کا موقع مل گیا اور پھر جیسے ہی ریچھ اپنے بازو پھیلائے اسے جکڑنے کے لیے آگے بڑھا، جمعہ خان نے اس پر فائر کر دیا۔ گولی ریچھ کے ماتھے پر لگی۔ وہ غرا کر آگے بڑھا، مگر کاری زخم کی وجہ سے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اتنے قریب سے گولی لگنے کی وجہ سے اس کی کھوپڑی چٹخ گئی تھی۔ ریچھ کچھ دیر تڑپتا رہا، پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ ریچھ کے مرتے ہی جمعہ خان کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ دیوانہ وار بچے کو ڈھونڈنے لگا۔ اسے درختوں کے پیچھے ایک غار کا دہانہ نظر آیا۔ جمعہ خان نے غار کے اندر جھانکا۔ وہاں ایک نہیں دو بچے نظر آئے ایک انسانی بچہ جسے ریچھ اُٹھا کر لایا تھا اور دوسرا بچہ ریچھ کا تھا، جو مردہ تھا۔ جمعہ خان نے حیرت سے پلٹ کر مرے ہوئے ریچھ کو دیکھا۔ اس پر حملہ کرنے والا ریچھ نہیں ریچھنی تھی۔ جمعہ خان پر ایک دل فگار حقیقت کا انکشاف ہوا۔ دراصل ریچھنی کا بچہ کسی وجہ سے مر گیا تو ممتا کی ماری ماں اپنی ممتا کی تسکین کے لیے ایک جیتا جاگتا بچہ اُٹھا لائی، جو اس وقت بڑے مزے سے سو رہا تھا۔ ریچھنی نے بچے کو خراش تک نہ پہنچائی تھی۔

جمعہ خان نے سوئے ہوئے بچے کو اُٹھایا اور بھاری قدموں سے جنگل سے واپس بستی کی طرف چل دیا۔ ☆

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

اے رسولِ پاکؐ ، اے پیغمبرِ عالی وقار
چشمِ باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شانِ کردگار

شاعر: سردار بشن سنگھ بیکل پسند: فاطمہ حسین، اسلام آباد

میں اُن سے عفو جرم کی درخواست کیا کروں
معلوم بھی تو ہو کوئی اپنی خطا مجھے

شاعر: حسرت موہانی پسند: محمد اویس رضا عطاری، کراچی

اردو میں سب شریک ہونے کے نہیں
اس ملک کے کام ٹھیک ہونے کے نہیں

شاعر: اکبر الٰہ آبادی پسند: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

دیوتا بننے کی حسرت میں معلق ہو گئے
اب ذرا نیچے اُتریے ، آدمی بن جایئے

شاعر: سلیم احمد پسند: محمد اویس دانش، سکرنڈ

زندگی کی حقیقت نہ پوچھیے محسنؔ
کچھ پُر خلوص لوگ تھے ، برباد کر گئے

شاعر: محسن نقوی پسند: آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو

وشت میں خاک ہی نہیں موجود
یا کمی آ گئی ہے وحشت میں

شاعر: ظفر اقبال پسند: عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

طلب کریں تو یہ آنکھیں بھی ان کو دے دوں میں
مگر یہ لوگ ان آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں

شاعر: عباس رضوی پسند: فرازیہ اقبال، عزیز آباد

اتنے حصوں میں بٹ گیا ہوں
میرے حصے میں کچھ بچا ہی نہیں

شاعر: کرشن بہار نور پسند: خرم احمد، نارتھ کراچی

جن کے منشور سے تھی رسمِ عدالت غائب
ایسی قوموں پہ بہت جلد زوال آیا ہے

شاعر: شاہ نواز سواتی پسند: مہک اکرم، لیاقت آباد

کچھ تو ہی مرے کرب کا مفہوم سمجھ لیجیے
ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لیے ہے

شاعر: مظفر وارثی پسند: محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

یہ دنیا تو دکھوں کا ایک گھر ہے
جسے دیکھو اسی کی آنکھ تر ہے

شاعر: نعیم حیدر پسند: پارس احمد خان، اورنگی ٹاؤن

رنج و غم میں مسکراؤ ہر خوشی مل جائے گی
زندگی کو در حقیقت زندگی مل جائے گی

شاعر: رئیس بریلوی پسند: ایم اختر اعوان، کراچی

علاج زخموں کا ، خود سے ممکن نہیں عمارہ
کوئی تو ہو جو مرہم زخموں پہ لگانے آئے

شاعرہ: عمارہ شفیق پسند: خدیجہ صمد، کراچی

شیشۂ دل ہم نے دنیا کے حوالے کر دیا
حیف ان لوگوں پہ ہے جو سنگ برساتے رہے

شاعر: محمد عثمان خان پسند: محمد منیر نواز، ناظم آباد

😊 ایک بے وقوف آدمی نے اپنے دوست سے کہا: ''کل گھر سے کوئی میرا پرس چرا کر لے گیا۔ اس میں پورے ۲۰۰۰ روپے تھے۔''

دوست نے کہا: ''بالکل جھوٹ، اس میں تو پندرہ سو روپے تھے میں نے خود گنے تھے۔''

بے وقوف آدمی نے کہا: ''ارے پیسوں کا مسئلہ نہیں ہے، تم بس چور کا پتا لگاؤ۔''

مرسلہ : عاقب فرید کھلو، جھنگ صدر

😊 استاد (شاگرد سے): ''اپنا نام انگریزی میں بتاؤ۔''

شاگرد: ''LONG LIFE OVEN''

استاد: ''اس کا کیا مطلب ہے؟''

شاگرد: ''عمر دراز بھٹی۔''

مرسلہ : کومل ظہیر، لیاقت آباد

😊 ایک صاحب بہت پیٹو تھے۔ ایک دن وہ اپنے دوست سے ملنے گئے۔ دوست نے اس کے لیے بیس روٹیاں پکوائیں۔ وہ صاحب کہنے لگے: ''پیارے دوست! میں کوئی جن تو نہیں ہوں، جو بیس روٹیاں کھاؤں گا۔ میرے لیے تو اُنیس روٹیاں ہی بہت تھیں۔''

مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

😊 استاد: ''بتاؤ سلیم! پاجامہ واحد ہے یا جمع؟''

سلیم: ''اوپر سے واحد، نیچے سے جمع۔''

مرسلہ : عبدالرحمن قیصرانی، کراچی

😊 چھٹی منزلہ ہوٹل میں ایک مسافر ہوٹل کے بیرے کو ڈانٹ رہا تھا: ''تم سمجھتے ہو کہ میں گاؤں سے پہلی بار آیا ہوں کہ تم مجھے اُلو بنا لو گے۔ میں نے تم سے کہہ دیا کہ میں اتنے چھوٹے کمرے میں نہیں رہوں گا، جس میں صرف ایک کرسی پڑی ہے۔ مجھے کوئی اور کمرا دکھاؤ۔''

بیرے نے جھنجلا کر کہا: ''اندر چلیں

جناب! یہ کمرا نہیں لفٹ ہے۔"

مرسلہ : سارہ راؤ، حیدر آباد

☺ایک آدمی دوسرے سے: "آپ کو لوگ بدھو کیوں کہتے ہیں؟"

دوسرا آدمی: "لوگ تمھیں جمعراتی کیوں کہتے ہیں؟"

پہلا آدمی: "میں جمعرات کو پیدا ہوا تھا۔"

دوسرا آدمی: "میں بدھ کو پیدا ہوا تھا۔"

مرسلہ : حافظ محمد قاسم خان قلندری، شکر گڑھ

☺ڈاکٹر (مریض سے): "تم اب میرے پاس آئے ہو۔ پہلے کتنے ڈاکٹروں کے پاس گئے تھے۔"

مریض: "ایک دوا فروش کے پاس گیا تھا۔"

ڈاکٹر: "کھلی جہالت ہے، ارے بھائی! دوا فروش ڈاکٹر نہیں ہوتا کہ تمھارا علاج کر سکے۔ خیر یہ بتاؤ، اس نے کیا احمقانہ مشورہ دیا؟"

مریض جناب! اس نے مجھے آپ کے پاس آنے کا مشورہ دیا۔"

مرسلہ : نام پتا نامعلوم

☺شوہر: "یہ آلو کے پراٹھوں میں آلو تو نظر ہی نہیں آ رہے۔"

بیوی: "کشمیری چائے میں آپ کو کشمیر نظر آتا ہے کیا؟"

مرسلہ : نازیہ ابراہیم بھکل، بھکل شہر

☺ایک آدمی کے دانت میں کیڑا لگ گیا جب وہ ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے کہا: "آپ ایک ہفتے تک چائے پاپے کھائیں۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ ساتویں دن اس آدمی نے صرف چائے پی تو کیڑے نے باہر نکل کر پوچھا: "پاپا کہاں ہے؟"

مرسلہ : ملائکہ اشتیاق، کراچی

☺ایک موٹی اور کالی عورت کو اداکار بننے کا بے حد شوق تھا۔ وہ ایک فلم ڈائریکٹر کے پاس گئی اور کہا: "سر! کیا مجھے آپ کی آنے والی فلم میں ایک اچھا سا رول مل سکتا ہے؟"

ڈائریکٹر: "اچھا سا رول تو آپ کو سموسوں والی دکان سے ہی مل سکتا ہے۔"

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

😊 ایک بچہ پہلے دن اسکول جا رہا تھا۔ باپ نے نصیحت کی: ''بیٹا! وہاں جا کر میٹھی میٹھی باتیں کرنا۔''

بچہ اسکول پہنچا تو استاد نے پوچھا: ''تمھارا نام کیا ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''لڈو۔''

استاد نے پوچھا: ''تمھارے والد کا نام کیا ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''گلاب جامن۔''

استاد نے پوچھا: ''تمھاری امی کا کیا نام ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''برفی۔''

استاد نے غصے سے پوچھا: ''تم رہتے کہاں ہو؟''

بچہ فوراً بولا: ''مٹھائی کے ڈبے میں۔''

مرسلہ : زونش رندھاوا، میرپور خاص

😊 ایک لڑکا پانی کے ٹب میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا کہ اس کے ابو آ گئے اور پوچھا: ''بیٹا! تم پانی میں بیٹھ کر سبق کیوں یاد کر رہے ہو؟''

بیٹا: ''ابو! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تازہ دم ہو کر پڑھا کرو۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

😊 چندہ مانگنے والے (کنجوس آدمی سے): ''ہم نے لوگوں کی بھلائی کے لیے ایک تالاب بنانا شروع کیا ہے۔ مہربانی فرما کر آپ بھی تعاون فرمایئے۔''

کنجوس آدمی: ''واقعی پانی کی کمی ہے اور تالاب کی سخت ضرورت ہے۔ میں تعاون کرنے کو تیار ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے نوکر کو آواز دی: ''فضلو! ان لوگوں کو تالاب کے لیے دو بالٹی پانی دے دو۔''

مرسلہ : عالیہ ذوالفقار، کراچی

😊 نوکر: ''بیگم صاحبہ! ننھے نے لال بیگ کھا لیا ہے۔''

بیگم صاحبہ: ''اُف خدایا! جلدی سے ڈاکٹر کو بلاؤ۔''

نوکر: ''فکر نہ کریں، میں نے اسے کیڑے مار دوا پلا دی ہے۔''

مرسلہ : اُمِ ایمن، چشمہ

نیک لڑکا

ادیب سمیع چمن

پہاڑوں کی ایک خوب صورت وادی میں کچھ لوگ آباد تھے۔ یہ کہانی کئی سو سال پرانی ہے۔
اس بستی میں کاریز اور اس کے دو بھائی بھی رہتے تھے۔ کاریز چودہ پندرہ برس کا خوب صورت، صحت مند نہایت رحم دل اور ذہین لڑکا تھا۔ وہ بستی کے بچوں کو چڑیاں اور دیگر ننھے معصوم پرندوں کو غلیل یا کسی اور طرح سے مارنے کو منع کیا کرتا تھا۔ یہ ہی نہیں وہ تو کسی بھی پرندے کو شوق کی خاطر پالنا اور قید کرنے کے بھی خلاف تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جب قدرت نے انھیں پَر دیے ہیں تو یقیناً اُڑنا ان کا حق ہے اور یہ سخت گناہ ہے کہ ہم ان کو اُڑنے سے روکیں اور آزادی سے محروم کر دیں۔

کاریز کے دونوں بڑے بھائی سخت مزاج اور جھگڑالو تھے۔ آنے والے مسافروں اور دیگر لوگوں کو موقع ملتے ہی لوٹ لیا کرتے تھے۔ وہ روزانہ صبح ہوتے ہی اونچے پہاڑوں کے درمیان چھپ کر بیٹھے رہتے اور جیسے ہی ایک دو بھولے بھٹکے لوگ یا سیاح وغیرہ ادھر سے گزرتے، یہ دونوں انھیں پکڑ لیتے اور ان کا مال واسباب لوٹ لیا کرتے تھے۔

ساری وادی کے لوگ کاریز کے بھائیوں کے ظلم سے نفرت بھی کرتے تھے اور خوف زدہ بھی تھے۔ کاریز کے ذمے گھر کے تمام کام اور کھانا وغیرہ تیار کرنا ہوتا تھا۔

صبح جب عبادت گاہ کی گھنٹی بجتی وہ عبادت کرتا، پھر استادوں سے بھی تعلیم لیتا۔ گھر آ کر مختلف کاموں میں لگ جاتا۔ ایک روز صبح ہی سے آسمان پر گہرے سرمئی، کالے بادل اور کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ کچھ دیر بعد برف باری اور پھر شدید بارش شروع ہو گئی۔ کاریز کو سخت سردی محسوس ہوئی تو وہ آتش دان میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلا کر ہاتھ تاپ

رہا تھا۔ اس کے دونوں بھائی منھ اندھیرے ہی ایسے خراب موسم میں بھی پہاڑ کی اوٹ میں مسافروں کو لوٹنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے تھے۔

بادل گرجے تو بجلی بھی چمکنے لگی اور بارش زیادہ تیز ہوگئی۔ کاریز نے دیکھا کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ وہ چونکا، شاید اس کے دونوں بھائی بارش کی وجہ سے جلدی واپس آ گئے ہیں۔ وہ بھیگتا ہوا دروازے کی طرف لپکا۔ دستک مسلسل جاری تھی۔ ارے بھائی، ٹھہرو میں کھولتا ہوں دروازہ۔ یہ کہتے ہوئے جیسے ہی اس نے درازہ کھولا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس کے سامنے ایک بوڑھا بونا کھڑا تھا، جس کا قد تقریباً دو فیٹ ہوگا۔ بونا بارش میں شرابور تھا اور سردی کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

اس نے بونے کو گود میں اُٹھا لیا اور دوڑ کر کمرے میں لے کر آ گیا۔ بوڑھے بونے کو آتش دان کے پاس بٹھا دیا اور اسے گرم کمبل اُڑھا دیا۔ بونا خوش ہو کر ہاتھوں کو آتش دان کی آگ سے تاپنے بیٹھ گیا۔ کاریز نے جلدی سے گرم گرم قہوہ بونے کو پینے کے لیے دیا۔ اب اس کی سردی ختم ہوگئی تھی، اس لیے وہ آرام سے بیٹھ گیا تھا۔ کاریز کو خیال آیا کہ اس کے پاس ایسے چھوٹے کپڑے ہیں، جو اس کی ماں اسے بچپن میں پہناتی تھی۔ اس نے اپنے بچپن اور اپنی ماں کی یادگار اور نشانی کے طور پر سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے بونے کو ایک جوڑا پہننے کے لیے دے دیا۔

بونا خوش خوش کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ واقعی اب اسے سکون مل گیا تھا۔ وہ آتش دان کے قریب ہاتھوں کو تاپتے ہوئے بولا: ''اے نیک لڑکے! تم جیسا رحم دل اور ہمدرد لڑکا میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اگر ہو سکے تو مجھے کچھ کھانے کو دے دو۔''

اسی وقت کاریز کو ایسا لگا جیسے کوئی دروازہ بجا رہا ہے۔ بارش تو اب بھی جاری

تھی۔ شاید اس کے بھائی آ گئے ہیں۔ اس نے بونے سے کہا: ''تم میرے بستر میں چھپ جاؤ۔ میرے بھائی نہایت سنگدل ہیں۔ وہ ضرور تمھیں مار پیٹ کریں گے۔''

بونا ڈر کے بھاگا اور اس کے بستر میں جا کر چھپ گیا۔

کاریز نے دروازہ کھولا۔ اس کے دونوں بھائی دروازہ کھلتے ہی تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کاریز ان کے ساتھ ان کے کمرے میں گیا تو بڑے بھائی لارنس نے اسے شکار کیا ہوا جانور دیتے ہوئے کہا: ''کاریز! سخت بھوک لگی ہے۔ جلدی سے اسے آگ پر بھون کر کھانے کا بندوبست کرو۔''

کاریز نے جلدی جلدی جانور کو صاف کر کے گوشت بھوننے لگا۔ بونا بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو سے بے قرار ہو کر بستر سے نکلا اور کاریز کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ نیک لڑکے مجھے تھوڑا سا گوشت دے دو۔

کاریز بھائیوں کے خیال سے ڈر کر بولا: ''اچھے بابا! تمھیں بتایا تھا نا کہ میرے بھائی نہایت بے رحم ہیں، میں ایسا کروں گا تو وہ مجھے بہت مار پیٹ کریں گے۔ تم تھوڑی دیر اور صبر کرو میں اپنے حصے میں سے تمھیں ضرور دوں گا۔''

اچانک اس کا دوسرا بھائی ڈیوڈ آ گیا۔ وہ چیخا: ''کاریز! یہ کون سی مخلوق ہے اور میں نے سنا کہ یہ تم سے گوشت مانگ رہا ہے۔ خبردار جو تم نے اس بونے چوہے کو ہمارا گوشت کھانے کو دیا اور ہاں اسے فوراً یہاں سے باہر نکالو۔''

کاریز نے سہم کر کہا: ''ہاں، ہاں میں اسے بھی بھگا دوں گا۔ ذرا بارش بند ہو جائے، بے چارہ بوڑھا بھی ہے اور اتنا چھوٹا قد ہے کہ نہ صرف بچے اس کو تنگ کریں گے، بلکہ

بستی کے خونخوار کتے بھی اس کو کاٹ لیں گے۔''

اسی وقت اس کا بڑا بھائی لارنس بھی کمرے میں داخل ہوا۔ جیسے ہی اس کی نظر چھوٹے سے بونے پر پڑی، پہلے تو وہ حیران ہوا پھر تیوری چڑھا کر چیخا: ''کاریز! یہ بونا بندر یہاں کس طرح داخل ہوا۔ تم نے میری اجازت کے بغیر اسے گھر میں کیوں بلایا؟''

لارنس نے بوڑھے بونے کو زور سے لات مارتے ہوئے کہا: ''نکل یہاں سے۔''

''بھائی! اسے میں نے یہاں بٹھایا ہے۔ یہ بارش میں بھیگا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ مہربانی کر کے اسے مت ماریے بارش کے بند ہوتے ہی یہ یہاں سے چلا جائے گا۔''

لارنس کے ساتھ ڈیوڈ بھی غصہ کرتے ہوئے بولا: ''خبردار آئندہ اس قسم کے بونے بندر کو گھر میں بلایا۔'' بونا پہلے ہی سہم کر کاریز کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

بھائیوں نے گوشت کارز کے ہاتھوں سے چھینا اور چاقو سے اس کے حصے کا گوشت دیتے ہوئے بولے: ''کاریز! اسے جلدی یہاں سے بھگاؤ، خبردار جو اس منحوس بونے کو تم نے ذرا بھی گوشت کھانے کو دیا۔''

اس نے بھائیوں کے جانے کے بعد کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ اس کے دونوں بھائی باتیں کرتے ہوئے گوشت کھانے میں مصروف تھے۔ اس نے جلدی سے اپنے حصے میں سے گوشت کاٹ کر بونے کو دیتے ہوئے کہا: ''اب تم میرے بستر میں جا کر یہ گوشت کھا لو۔''

بونا خوش خوش گوشت کھانے لگا۔ بڑی تیزی سے وہ سارا گوشت چٹ کر گیا۔

''اچھے لڑکے! تھوڑا سا گوشت اور دو گے؟ بہت مزے دار گوشت ہے۔ میں کل سے بھوکا ہوں۔''

کاریز نے باقی سارا گوشت بھی بونے کو دے دیا اور خود صرف پانی پی کر خدا کا شکر کرنے لگا۔

''ارے یہ بونا اب تک یہاں بیٹھا ہے۔'' دونوں بھائیوں نے بونے کے ساتھ ساتھ کاریز کو بھی مارنا شروع کر دیا۔

بونا تکلیف سے بلبلاتے ہوئے بولا: ''تم دیکھنا شام ایسا طوفان آئے گا جس سے تم دونوں ذلت کی موت مر جاؤ گے۔''

انھوں نے بونے کو لاتیں مار کر باہر نکال دیا۔ کاریز کا سارا بدن دکھ رہا تھا۔ وہ خدا سے فریاد کرتے اور روتے روتے سو گیا۔

بادلوں کی خطرناک گڑگڑاہٹ اور گرجنے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ دیر تک بارش ہوتی رہی۔ بارش تھمی تو اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بھائیوں کو آوازیں دیں۔ ساری بستی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

بھائیوں کا گھر تو طوفان اور بارش سے گر کر تباہ ہو چکا تھا۔ اس نے لالٹین جلائی کہ جا کر دیکھے بھائی کہاں ہیں۔ اچانک وہی بونا ہاتھوں میں روشن دیا تھامے نمودار ہوا اور قہقہے لگاتے ہوئے کہنے لگا: ''نیک لڑکے ان دونوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔''

یہ بستی چاند جیسی تھی۔ یہ تمھارے ظالم بھائی چاند کے ماتھے کا بدنما داغ تھے۔ دیکھو اس بستی سے ظالم اور ظلم دونوں ختم ہو گئے ہیں۔ ظلم مر جاتا ہے نیکی زندہ رہتی ہے۔ دیکھو قدرت نے تمھارے لیے تمھاری نیکی کی وجہ سے کیسا انعام بھیجا ہے۔ کاریز نے حیرت سے مڑ کر دیکھا اور بہت سارے بونے سونے چاندی اور جواہرات کے تھال لیے اس کے سامنے کھڑے تھے۔

یہ تمھاری نیکیوں کا انعام ہے اور تم اس دولت کے مالک ہو۔ خدا کی قدرت اپنے نیک بندوں کی ایسی ہی مدد کرتی ہے۔ دیر ضرور ہوتی ہے، اندھیر نہیں ہوتا۔ اب تم اس رقم سے وادی میں اسکول، اسپتال قائم کرنا۔ غریبوں کی بلا کسی تفریق کے مدد کرنا اور اللہ کے نیک بندے بن کر دوسروں کے دکھ درد میں کام آنا۔" یہ کہہ کر بونا واپسی کے لیے مڑا اور سارے بونے اس کے ساتھ چلے گئے۔

کاریز نے دیکھا کہ اب بارش اور طوفان کے بعد صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی اور بستی کے لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ کاریز نے نئے عزم کا ارادہ کیا اور عبادت گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆

ایک روشن ستارہ

شکیل صدیقی

کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی دنیا میں پاکستان کا نام روشن کرنے والی ارفع کریم ۱۹۹۵ء میں فیصل آباد میں پیدا ہوئی تھی، جہاں سے اس کے والدین لاہور آ گئے۔ ابتدا ہی سے اسے کمپیوٹر سے دل چسپی تھی۔ وہ ایسی پاکستانی طالبہ تھی جس نے ۲۰۰۴ء میں نو برس کی عمر میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں نام پیدا کیا۔ وہ دنیا کی سب سے کم عمر مائکروسافٹ سرٹیفائڈ پروفیشنل (ایم سی پی) بن گئی۔ یہ اعزاز اس کے پاس ۲۰۰۸ء تک رہا۔ ارفع نے بہت سے عالمی موقعوں پر پاکستان کی نمائندگی کی۔ مائکروسافٹ کے ماہر بل گیٹس نے اسے امریکا کے مائکروسافٹ ہیڈ کوارٹر دیکھنے کی دعوت دی تھی۔ بل گیٹس سے ملاقات میں اس نے اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا کہ وہ ہارورڈ یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے یا سیٹیلائٹ انجینئر بننا چاہتی ہے۔

مائکروسافٹ ہیڈ کوارٹر سے پاکستان واپس آنے پر بہت سے ٹیلے وژن چینلز اور اخبارات کو انٹرویو دیے۔ ۲ اگست ۲۰۰۵ء کو وزیر اعظم پاکستان نے ارفع کریم کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اعلا کارکردگی پر فاطمہ جناح کی ۱۱۳ ویں برسی کے موقع پر ''فاطمہ جناح گولڈ میڈل ایوارڈ'' سے نوازا، جب کہ اس نے اگست ۲۰۰۵ء میں صدر پاکستان جناب پرویز مشرف سے ''سلام پاکستان یوتھ ایوارڈ'' حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے ۲۰۰۵ء میں صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی بھی حاصل کیا۔ یہ ایک سول ایوارڈ ہے، جسے اعلا کارکردگی پیش کرنے والوں کو نوازا جاتا ہے۔

اس نے ایک بار اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ اگر آپ زندگی میں بڑے بننا چاہتے ہیں تو پھر ذہن سے جھجک کو نکال دیجیے۔ اگر آپ جھجکتے رہیں گے تو پھر ہر کام میں جھجکیں

گے۔ اگر آپ پُر اعتماد ہوں گے تو ہر کام اعتماد سے کریں گے۔

اسے پاکستان انفرمیشن ٹیکنالوجی نے دو ہفتوں کے لیے دبئی میں مدعو کیا۔ اس موقع پر ایک ڈنر بھی دیا گیا، جس میں شہر کے معزز لوگوں کے ساتھ پاکستان کے سفیر محترم نے بھی شرکت کی۔ دبئی میں اسے کئی ایوارڈوں اور ایک لیپ ٹاپ سے بھی نوازا گیا۔ ارفع نے دبئی میں رہنے کے دوران ایک طیارہ بھی اُڑایا تھا۔ اس طرح سے دس برس کی عمر میں اسے فلائٹ سرٹیفکٹ دیا گیا۔

اپنے ایک انٹرویو میں اس نے کہا: ''جب میں نے چھے برس کی تھی تو میں نے کمپیوٹر دیکھا۔ وہ کچھ عجیب، مگر دل چسپ سا لگا۔ میں نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ مجھے بھی ایک کمپیوٹر لا کر دیں۔ والد صاحب نے مجھے ایک کمپیوٹر دلا دیا۔ چناں چہ میں نے بہت سی چیزیں کمپیوٹر کے ذریعے جان لیں۔ بہت سے سافٹ ویئرز کے بارے میں مکمل طور پر آگاہی حاصل کر لی اور ونڈوز کیسے چلایا جاتا ہے، یہ بھی سیکھ لیا۔ میرے والدین نے مجھے کمپیوٹر میں اتنی دل چسپی لیتے دیکھا تو گھر کے قریب ایک اسکول میں لے گئے۔ وہاں میں نے ''سی شارپ'' اور اس کے بعد خود کو ایم سی پی کے امتحان کے لیے تیار کیا۔

نومبر ۲۰۰۶ء میں ارفع کو ایک کانفرنس میں مدعو کیا گیا، جس کا عنوان تھا ''کھیل کو آگے بڑھاؤ'' تھا۔ یہ کانفرنس بارسلونا میں ہوئی تھی۔ وہ کانفرنس میں شریک پانچ ہزار افراد میں واحد پاکستانی تھی۔

سولہ برس کی عمر میں ارفع لاہور کے گرامر اسکول پیراگون کیمپس میں اے لیول کے دوسرے برس میں تھی۔ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۱ء کو اسے مرگی کا دورہ پڑا، جس سے دماغ کی رگیں متاثر ہوگئیں، لہٰذا اسے لاہور کمبائنڈ ملٹری اسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس وقت اس کی حالت بہت خراب تھی۔

۹ جنوری ۲۰۱۲ء میں بل گیٹس نے اس کے والدین سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹروں کو ہدایت دی کہ وہ اس کی جان بچانے کے لیے جو بھی ممکن ہو، وہ کریں۔ بل گیٹس نے بین الاقوامی ڈاکٹروں کا ایک گروپ بنایا تھا، جن کا ہر وقت پاکستانی ڈاکٹروں سے رابطہ رہتا تھا۔

۱۳ جنوری ۲۰۱۲ء کو ارفع کی دماغی حالت میں تھوڑی سی بہتری پیدا ہوئی۔ اس موقع پر اس کے والد امجد عبدالکریم رندھاوا نے بتایا کہ مائکروسافٹ کمپنی نے یہ پیش کش کی کہ اسے عمدہ طبی سہولت دینے کے لیے طیارے کے ذریعے امریکا لے جایا جا سکتا ہے۔ چوں کہ ارفع کی حالت بہت خراب تھی، اس لیے اسپتال کے ماہرین نے اس بات کو مسترد کر دیا کہ اسے کہیں اور منتقل کیا جائے۔

۱۴ جنوری ۲۰۱۲ء کو رات نو بج کر پچاس منٹ پر اس کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں چلی گئی۔ وہ آج ہماری دنیا میں نہیں ہے، لیکن ہمارے دلوں میں زندہ ہے۔ اس کی نماز جنازہ کیولری گراؤنڈ لاہور میں ۱۵ جنوری ۲۰۱۲ء کو ادا کی گئی، جس میں وزیر اعلا پنجاب جناب شہباز شریف نے بھی شرکت کی۔ ارفع کو اس کے خاندانی قبرستان چک نمبر ۴ جے بی رام دیوالی، فیصل آباد میں دفن کیا گیا۔ ۱۵ جنوری ۲۰۱۲ء کو جناب شہباز شریف نے لاہور کے ٹیکنالوجی پارک کا نام تبدیل کر کے ارفع سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک رکھ دیا۔

ارفع نے پاکستان کے لیے کئی خواب اپنی آنکھوں میں سجا رکھے تھے۔ جن میں سے ایک یہ تھا کہ وطن عزیز میں تعلیم مفت دی جائے۔ اس کے علاوہ انفرمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی) کا ایک شہر بسایا جائے۔ قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ اس دنیائے رنگ و بُو میں زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکی اور اس کے خواب ادھورے رہ گئے۔ کون جانتا ہے کہ اس کے خواب کب پورے ہوں گے یا اس جیسی بیٹی پاکستان میں دوبارہ پیدا ہو گی یا نہیں؟ ☆

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مارچ ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین اکارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ قومِ عاد کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے .... کو مبعوث فرمایا تھا۔ (حضرت ہودؑ ۔ حضرت لوطؑ ۔ حضرت صالحؑ)

۲۔ .... راہِ اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں۔ (حضرت اُم ہانیؓ ۔ حضرت سلمٰیؓ ۔ حضرت سمیہؓ)

۳۔ پاک فضائیہ کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف ایئر مارشل .... تھے۔ (محمد اصغر خان ۔ نور خان ۔ ایوب خان)

۴۔ پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ کا غیر تصویری ڈیزائن مشہور مصور .... نے بنایا تھا۔ (صادقین ۔ عبدالرحمٰن چغتائی ۔ گل جی)

۵۔ لودھی خاندان نے ہندستان پر .... برس حکومت کی۔ (۵۵ ۔ ۶۰ ۔ ۷۵)

۶۔ برفانی علاقوں میں رہنے والے اسکیمو برف سے جو گھر بناتے ہیں، اسے .... کہتے ہیں۔ (پگوڈا ۔ اگلو ۔ سلیج)

۷۔ ایران کے مشہور شاعر .... کا اصل نام خواجہ شمس الدین تھا۔ (حافظ شیرازی ۔ سعدی شیرازی ۔ فردوسی)

۸۔ ۱۹۰۴ء میں انگریزوں نے .... کو شمس العلما کا خطاب دیا تھا۔ (حسرت موہانی ۔ الطاف حسین حالی ۔ شبلی نعمانی)

۹۔ مشہور کتاب "آبِ حیات" .... کی تصنیف ہے۔ (عبدالحلیم شرر ۔ ڈپٹی نذیر احمد ۔ محمد حسین آزاد)

۱۰۔ "کنعان" .... کا پرانا نام ہے۔ (فلسطین ۔ ایتھوپیا ۔ شام)

۱۱۔ پہلی جنگِ عظیم .... کو شروع ہوئی۔ (۱۹۱۴ء ۔ ۱۹۱۸ء ۔ ۱۹۴۲ء)

۱۲۔ سب سے اونچا جانور .... ہے۔ (اونٹ ۔ زرافہ ۔ یاک)

۱۳۔ لبنان کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (روپیا ۔ ڈالر ۔ پاؤنڈ)

۱۴۔ "چاقو" .... زبان کا لفظ ہے۔ (ترکی ۔ عربی ۔ ہندی)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: "ہاتھ دھو کر .... پڑ جانا۔" (گلے ۔ پاؤں ۔ پیچھے)

۱۶۔ الطاف حسین حالی کے اس مشہور شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب .... ہے، دیکھیے جا کر نظر کہاں

(پڑتی ۔ رکتی ۔ ٹھیرتی)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۵ (مارچ ۲۰۱۷ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مارچ ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (مارچ ۲۰۱۷ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ -مارچ ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

تاریخی، دینی اور معلوماتی کتابیں

امت کی مائیں

اس کتاب میں ان قابلِ احترام خواتین کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں جن کو اپنی زندگیوں کا بڑا حصہ حضور ﷺ کے سایۂ رحمت میں گزارنے کی یہ سعادت حاصل ہوئی اور اُمت کی مائیں کہلائیں۔ یہ سعادت ان کو کیسے حاصل ہوئی؟ یہ جاننے کے لیے جناب حسین حسنی کی یہ کتاب ضرور پڑھیے۔ اُمت کی ماؤں کی زندگیاں صبر و رضا، ایثار اور ثابت قدمی کے قابلِ تقلید نمونے ہیں اور خاص طور پر مسلمان بچیوں اور خواتین کے لیے سبق آموز ہیں۔

صفحات : ۴۰ قیمت : ۴۰ روپے

قرآنی کہانی

حضرت یوسف علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بعض انبیا علیہم السلام کے سچے واقعات بیان کیے ہیں، تاکہ ہم ان سے رہنمائی اور سبق حاصل کرسکیں۔ ایسا ہی ایک قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے، جو قرآن پاک کے خاص قصوں میں سے ایک ہے اور بہت دل چسپ ہے۔

یہ قصہ پروفیسر نصیر احمد چیمہ نے قرآنی کہانی کے طور پر نہایت آسان اور دل چسپ زبان میں بیان کردیا ہے تاکہ آسانی سے پڑھا جائے۔

خوب صورت رنگین ٹائٹل، صفحات : ۳۲ قیمت : ۳۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کے تحت قومی یومِ اطفال کے موقع پر ڈاکٹر محمد امجد ثاقب، جسٹس (ر) ناصرہ اقبال،
محترم سید علی بخاری اور نونہال غیب الرحمٰن قادری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... **رپورٹ : سید علی بخاری**

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کی تقریب فاؤنٹین ہاؤس میں منعقد ہوئی۔ اس بار موضوع تھا: ''بچوں کے حکیم محمد سعید'' اس موقعے پر فاؤنٹین ہاؤس مینجمنٹ کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر محمد امجد ثاقب نے کہا کہ شہید حکیم محمد سعید نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ جن اُصولوں اور ضوابط کو چلن بنایا تھا، پوری زندگی اُن پر کاربند رہے۔ انھوں نے جو کہا اس

پر خود عمل کر کے بھی دکھایا۔ پاکستان کے بچوں میں بھی خدمت کا جذبہ موجود ہے اور یہ بچے بڑے ہو کر پاکستان کی خدمت کر کے قوم و ملک کو ترقی کی راہ پر گام زن کریں گے۔ شہید حکیم محمد سعید نونہالوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ پاکستان کے ان نونہالوں کو بڑا کر دو، پاکستان خود بخود بڑا ہو جائے گا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے پیغام میں کہا کہ آج کے دور میں ہم اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ہمدردی، تعاون، انصاف، خدمت اور رزق حلال جیسے اوصافِ حمیدہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہم کس قدر پریشان ہیں۔ دوسروں کی خوشیوں میں شرکت اور ان کے دکھوں کا مداوا کرنے کی خواہش ہی انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کرتی ہے۔ وہ افراد اور وہ ادارے جو بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں ہیں، یقیناً بہت عظیم ہیں اور ہم سب کی طرف سے خراجِ تحسین اور سلامِ عقیدت کے مستحق ہیں۔

تقریب میں ایم ایس فاؤنٹین ہاؤس ڈاکٹر عمران مرتضیٰ، سید علی بخاری، شاہد قادر، ڈاکٹر طلحہ شیروانی نے بھی خطاب کیا۔ جب کہ جسٹس (ر) ناصرہ اقبال سمیت اہم شخصیات نے شرکت کی۔

نونہال مقررین میں نویرا بابر، ملائکہ صابر، ملک محمد عادل اور علوینہ خان شامل تھے۔ تقریب میں فاؤنٹین ہاؤس کے خصوصی نونہالان نے ٹیبلو پیش کیا جب کہ طالبات نے دعائے سعید پڑھی۔ تقریب کے اختتام پر فاؤنٹین ہاؤس کے خصوصی بچوں کی تفریح کے لیے پپٹ شو، میجک شو، جمپنگ کیسل، فیس پینٹنگ، صوفیانہ کلام اور ملی نغموں کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر بچوں کے لیے ہمدرد فری طبی کیمپ بھی لگایا گیا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی

رپورٹ : **حیات محمد بھٹی**

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں شریک جی ایچ انجم کھوکھر، محترم نعیم اکرم قریشی اور نونہال مقررین

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کے ۹۷ ویں یومِ ولادت کے سلسلے میں ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں منعقدہ یومِ نونہالانِ پاکستان کے اجلاس میں شہید حکیم محمد سعید کے ساتھی، پاکستان ایجوکیشن فورم کے چیئرمین اور رکنِ شوریٰ ہمدرد محترم جی ایچ انجم کھوکھر مہمانِ خصوصی تھے۔ رکن شوریٰ ہمدرد محترم نعیم اکرم قریشی نے بھی خصوصی شرکت کی۔

اجلاس کا موضوع تھا: "بچوں کے حکیم محمد سعید"

نونہال عائشہ اسلم اسمبلی کی اسپیکر تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید شرجیل نے، حمدِ باری تعالیٰ زنیرا شریف نے اور نعتِ رسولِ مقبول سعید عاقب علی گردیزی نے پیش کی۔

نونہال مقررین میں جویریہ حسین، زین ظفر، سعیدہ ایمان علی، عامر علی اور مروہ آفتاب شامل تھیں۔ ان نونہالوں نے شہید حکیم محمد سعید سے اپنی قلبی وابستگی اور محبت کا اظہار کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ راشد نے کہا کہ تاریخ کے صفحات بہت سے روشن ناموں سے منور ہیں۔ ایسے عظیم انسان نہ صرف اپنی زندگی میں عزت و احترام کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے، بلکہ اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کا نام ہمیشہ زندہ رہا۔ ان میں سے کسی نے ایجادات کر کے نام کمایا تو کسی نے کوئی بڑا علمی کارنامہ انجام دیا۔

ہمارے پیارے حکیم محمد سعید کے بارے میں آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ انھوں نے علم و ادب، دوا سازی اور فروغ تعلیم کے علاوہ دیگر بہت سے شعبوں میں بے حد احترام حاصل کیا۔ شہید حکیم محمد سعید نے دیگر اہم قومی خدمات کے علاوہ نونہالانِ وطن کی تعلیم، صحت اور تربیت کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ حکیم صاحب محترم بچوں سے اور بچے حکیم صاحب سے ٹوٹ کر پیار کرتے تھے۔ اس پیار اور دُلار کے نتیجے میں انھیں ''قائدِ نونہال'' کا خطاب بھی دیا گیا اور ان کے یومِ ولادت (۹ جنوری) کو ''پاکستانی بچوں کا قومی دن'' بھی قرار دیا گیا۔ یقین ہے کہ حکیم صاحب محترم کا نام نسل درنسل یونہی جگمگاتا رہے گا۔

محترم جی ایچ انجم کھوکھر نے کہا کہ بڑے لوگ زندہ بھی مقصد کے لیے رہتے ہیں اور اپنی جان بھی عظیم مقاصد کے حصول کے لیے دیتے ہیں۔ شہید حکیم محمد سعید صرف بچوں کے ہی نہیں، بلکہ بڑوں کے بھی ہر دل عزیز تھے۔ ان سے پہلی ملاقات کرنے والے کو بھی محسوس یہی ہوتا کہ وہ مدتوں سے ان کا شناسا ہے اور وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ بچوں کے حکیم محمد سعید نے ہمدرد نونہال اسمبلی، نوجوانوں کے حکیم محمد سعید نے ہمدرد یوتھ اسمبلی اور بڑوں کے حکیم محمد سعید نے ہمدرد مجلس شوریٰ جو بعد میں شوریٰ ہمدرد بنی، کی بنیاد ڈالی۔ شہید حکیم محمد سعید کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ ہم سب کو شہید حکیم محمد سعید کے خوابوں کی تعبیر کے لیے شرح تعلیم کو بڑھانا ہوگا۔ یہی حکیم شہید حکیم محمد سعید کا پیغام بھی تھا۔ آج شہیدِ پاکستان کے یومِ ولادت کے موقع پر ہم سب عہد کریں کہ تعلیم کو عام کریں گے اور اسے دیگر تمام معاملات پر فوقیت دیں گے۔

شہیدِ پاکستان کے یومِ ولادت پر ایک خصوصی نظم ''۹ جنوری'' پیش کی گئی۔ نونہالوں نے ''دعاے سعید'' پر ایک خوب صورت اور رنگا رنگ ٹیبلو پیش کیا۔ خصوصی خاکہ بھی پیش کیا گیا۔ بعد میں دعاے سعید بھی پیش کی گئی۔ اس رنگا رنگ محفل کے آخر میں شہیدِ پاکستان کی سال گرہ کا خصوصی کیک بھی کاٹا گیا۔ ☆

مسکراتی لکیریں

ملازم: ''معاف کیجیے گا سر! ذرا دیر ہو گئی، دراصل بس نہیں مل رہی تھی۔''

افسر: ''رات کو ہی اپنی چیزیں ڈھونڈ کر رکھ لیا کرو۔''

لطیفہ : خدیجہ صمد، دستگیر

محمد ارسلان صدیقی، کراچی

محمد احمد صدیقی، کراچی

عمیرا احمد، کراچی

ریشا یونس، کوہاٹ

نجیح یونس، کوہاٹ

سکینہ محمد لطیف، حیدر آباد

انیسہ بانو، کوٹ مبارک

عتیق الرحمن، کوٹ مبارک

نونہال مصور

حرا فاطمہ، خوشاب

سمیعہ توقیر، کراچی

فرح یمنی صدیقی، کراچی

صالحہ وسیم، سکھر

مناہل محمد انور ملک، میر پور خاص

اسما سارہ شبیر احمد، حیدر آباد

ایم اختر اعوان، کراچی
ارسلان اللہ خان، حیدرآباد
محمد ہمایوں طارق، ملتان
پرویز حسین، کراچی
صبا عبدالستار شیخ، شکار پور
حافظ وقاص رؤف، بہاول پور
محمد طفیل ملک، جہلم
اشعر ظفر، کراچی

لکھنے والے نونہال

نونہال ادیب

ننھے حضورِ اکرمؐ

ایم اختر اعوان، کراچی

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ مکے کے ایک معزز قبیلے قریش کے خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کی ولادت سے چھے ماہ قبل آپؐ کے والد حضرت عبداللہ فوت ہو گئے۔

آپؐ کا نام محمد (بے حد تعریف کیا گیا) رکھا گیا۔ آپؐ کی والدہ کا نام حضرت بی بی آمنہ تھا۔ عربوں میں رواج تھا کہ بچوں کی ابتدائی پرورش کے لیے انھیں گاؤں کی عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ یہ خواتین ان بچوں کی نگہداشت کرتی تھیں۔ اس طرح انھیں گاؤں کی صحت بخش فضا بھی ملتی تھی اور وہ خالص عربی زبان سے بھی آگاہ ہو جاتے تھے۔

ننھے حضورِ اکرمؐ بنو سعد قبیلے کی ایک خاتون بی بی حلیمہ سعدیہ کے حوالے کیے گئے۔ بی بی حلیمہ سعدیہ آپؐ کو بے حد چاہتی تھیں اور محبت اور شفقت کے بہترین ماحول میں انھوں نے آپؐ کی ابتدائی پرورش فرمائی۔

آپؐ نے کچھ عرصے بی بی حلیمہ کے پاس گزارا اور پھر واپس مکے میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آ گئے۔

نظم

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

نہ سمجھو کسی کو بھی ہر گز حقیر
یہ ہے حکمِ محبوبِ ربِ قدیر
خدا کی نظر میں ہے وہ معتبر
رہے نیک کاموں میں جو سَر بسَر
نہیں کوئی کمتر خدا کے یہاں
وہ ہر ایک بندے پہ ہے مہرباں
یہ بنگلے، امارت، بڑے کاروبار
نہیں ہیں یہ عظمت کا ہر گز معیار
جو کرتے ہیں مال اور زر پہ غرور
وہ ہوتے ہیں اللہ کی رحمت سے دور
یہ کہتی ہے میرے خدا کی کتاب
وہ چاہے جسے رزق دے بے حساب
جو مفلس ہیں، مسکیں ہیں، نادار ہیں
ہماری مدد کے طلبگار ہیں
یہی ارسلاںؔ رب سے مانگو دعا
کہ عسرت سے سب کو ہمیشہ بچا

۳۰ فروری

محمد ہمایوں طارق، ملتان

بہت عرصہ ہوا ایران میں ایک کسان رہتا تھا۔ وہ اپنی فصل اُگاتا اور اس کو بیچ کر اپنی گزر بسر کرتا تھا۔ فروری کے مہینے میں ایک دن اس کے پاس ایک تاجر آیا۔ تاجر کی بازار میں بہت بڑی دکان تھی۔ اس نے کسان سے پوچھا کہ اس کے پاس کوئی غلہ موجود ہے؟ کسان کے پاس اس وقت تیس بوریاں چاول کی موجود تھیں۔ کسان نے کہا: ”میرے پاس تیس بوریاں چاول کی موجود ہیں۔“

تاجر خوش ہوتے ہوئے بولا: ”اچھا، تم ایسا کرو کہ مجھ سے آدھے پیسے اس وقت لے لو اور باقی رقم اس مہینے کی ۳۰ تاریخ کو لے لینا۔“

کسان بھولا بھالا تھا اور تاجر اس سے کئی برسوں سے غلہ خرید رہا تھا، اس لیے اس نے ہاں کر دی اور تاجر اس سے بوریاں لے کر اپنی بیل گاڑی پر لاد کر لے گیا۔

چوں کہ یہ فروری کا مہینا تھا اور اس سال فروری کے ۲۹ دن تھے۔ کسان مہینا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب فروری کی ۲۹ تاریخ ہوگئی تو کسان سمجھ گیا کہ تاجر اس سے دھوکا کر گیا ہے، کیوں کہ فروری کی تو ۳۰ تاریخ ہوتی ہی نہیں اور جب ۳۰ فروری کا دن آئے گا ہی نہیں تو پھر وہ تاجر سے رقم بھی وصول نہیں کر سکے گا۔ کسان یہ سوچتے ہوئے سیدھا تاجر کی دکان پر گیا اور اس سے اپنے پیسوں کا مطالبہ کرنے لگا۔

دونوں میں بحث ہونے لگی تو شور کی آواز سن کر بہت سے لوگ اکٹھے ہوگئے۔

جب کسان نے لوگوں کو سارا واقعہ سنایا تو لوگوں نے بھی کسان کی تائید کی اور تاجر کو کسان کے پیسے واپس کرنے کو کہا۔ تاجر نے کہا: ''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ کسان میرے پاس ۳۰ فروری کو آئے تو میں اس کے سارے پیسے واپس کر دوں گا۔''

جب کچھ نہ بن پڑا تو کسان اور تاجر کچھ لوگوں کے ساتھ قاضی کے پاس گئے اور اس کو سارا ماجرا سنایا۔ قاضی نے پہلے تو تحمل سے کسان اور تاجر کی بات سنی، پھر اس نے کسان سے کہا کہ وہ تاجر کی بات حرف بہ حرف بیان کرے کہ وعدہ کرتے وقت تاجر کے کیا الفاظ تھے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد کسان نے بتایا: ''تاجر نے وعدہ کیا تھا کہ اس مہینے کی ۳۰ تاریخ کو وہ میرے پیسے ادا کر دے گا۔''

تاجر نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کی: ''جی ہاں! میں نے بالکل یہی الفاظ ادا کیے تھے۔''

اس کی بات پر قاضی مسکرایا اور کہا: ''چوں کہ تاجر نے اعتراف کر لیا ہے کہ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ میں اس ماہ کی ۳۰ تاریخ کو تمھاری بقایا رقم ادا کر دوں گا، لیکن اس نے فروری کا لفظ نہیں کہا تھا۔''

ذرا دیر بعد قاضی صاحب دوبارہ بولے:

''چوں کہ تاجر نے ماہ فروری کا نام نہیں لیا تھا، اس لیے اس ماہ سے مراد اسلامی مہینہ ''رجب'' بھی مراد ہے، جس کی آج ۳۰ تاریخ ہے۔ لہٰذا وہ فوراً کسان کو اس کی بقایا رقم ادا کرے۔''

یہ بات سن کر کسان کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور تاجر کو مجبوراً کسان کو پیسے دینے پڑے۔ اس دن کی بددیانتی کی بدولت لوگوں نے تاجر سے سامان لینا بند کر دیا اور کچھ عرصے بعد تاجر وہ علاقہ چھوڑ کر چلا گیا۔

تیر اندازی

پرویز حسین، کراچی

ایک دفعہ شاہی دربار میں تیر اندازی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ شیخ چلی بھی کو بھی بلایا گیا تھا۔ انھوں نے تیر کمان کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا تھا، لیکن بادشاہ کے حکم سے مجبوراً اس مقابلے میں شریک ہونا پڑا۔ جب نامی گرامی تیر انداز اپنا ہنر دکھا چکے تو شیخ چلی کی باری آئی۔ انھوں نے کانپتے ہاتھوں سے تیر کمان میں جوڑا اور بڑی کوشش کی کہ تیر نشانے پر جا بیٹھے، لیکن نشانہ چوک گیا۔ لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ شیخ چلی نے لوگوں پر نظر ڈالی اور بولے: ''ہمارے وزیر صاحب یوں تیر اندازی کرتے ہیں۔''

دوسری دفعہ تیر جوڑا اب کے پھر نشانہ خالی گیا۔ شیخ صاحب نے کہا: ''یہ ہمارے شہر کے کوتوال صاحب کی تیر اندازی کی طریقہ ہے کہ نشانہ کہیں تیر کہیں۔''

تیسری دفعہ اتفاق سے تیر نشانے پر جا بیٹھا اور شیخ صاحب بولے: ''اور یہ خاکسار یوں تیر چلایا کرتا ہے۔''

اس پر بڑی واہ واہ ہوئی اور بادشاہ کی طرف سے بڑا بھاری انعام ملا۔ اس کے بعد شیخ چلی کبھی تیر اندازی کے مقابلے میں شریک نہیں ہوئے۔ شریک کیسے ہوتے، شیخ چلی اچھی طرح جانتے تھے کہ روز روز تیر نشانے پر نہیں بیٹھتے۔

میں چھوٹا کیوں ہوں؟

صبا عبدالستار شیخ، شکار پور

جمال کا قد اپنے ہم عمر بچوں سے ذرا سا چھوٹا تھا۔ وہ دن رات سوچتا کہ قد میں اضافہ کیسے ہو! وہ اپنے اسکول کے سب بچوں سے لمبا ہونا چاہتا تھا۔ وہ محلے کے تمام بچوں سے، شہر کے، ملک کے، بلکہ دنیا کے تمام بچوں سے لمبا ہونا چاہتا تھا۔ خوابوں میں ایک اونچی عمارت سے دوسری اونچی عمارت پر چھلانگیں مارتا۔ کبھی بہت اونچے درخت کی سب سے اونچی ٹہنی سے زمین پر کھڑے کھڑے ہی پھل توڑ لیتا۔ کبھی چھلانگ لگا کر اڑتے ہوئے جہاز میں پہنچ جاتا۔ زرافہ کے گلے میں بانہیں ڈال کر تصویریں کھنچواتا۔ جمال کی خواہش تو بہت سی تھیں، مگر خواہش سے کیا ہوتا ہے اس کا قد تو چھوٹا تھا اور کوشش کے بعد بھی چھوٹا ہی رہتا تھا۔

ایک روز دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے اس نے اپنی امی سے قد لمبا کرنے کی ترکیب پوچھی۔ امی نے کہا: ''گوشت، مچھلی، انڈے، پھلیاں وغیرہ کھاؤ۔'' جمال نے پورا ہفتہ ایسا ہی کیا۔ ہفتہ گزرا جمال نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ اس کا قد اب بھی چھوٹا ہی تھا۔ جمال کا منھ لٹک گیا۔

ابو دفتر سے واپس آئے تو وہ دوڑ کر اس کے پاس گیا اور ٹانگوں سے لپٹ گیا اور کہا: ''ابو! میں لمبا ہونا چاہتا ہوں۔ کوئی اچھی سی ترکیب بتائیں۔''

ابو بہت تھکے ہوئے تھے، ٹالتے ہوئے بولے: ''ورزش بیٹا! ورزش، ورزش کرو۔''

اب جمال نے اسی وقت سے ورزش شروع کر دی۔ کبھی رسی کودتا، کبھی پارک میں لگے ورزش کے ڈنڈے پر لٹک جاتا۔ ہفتہ بھر سب کچھ کرتا رہا، مگر قد تھا کہ وہیں کا وہیں رکا ہوا تھا۔

اب جمال اپنی بڑی بہن کے پاس گیا ان کا قد خاصا لمبا تھا۔ باجی اچھی تو تھیں، مگر بات بات پر جمال پر غصہ کرتیں ہاں، مگر جب

اپنا کام کروانا ہوتا پیار سے بات کرتیں۔
جمال نے باجی سے کہا: ''پیاری باجی! مجھے لمبا ہونے کا کوئی نسخہ بتایئے۔''

باجی کو تو جیسے نصیحت کا موقع ہی مل گیا۔ ایک ہی سانس میں بولیں: ''جلد سویا کرو، اپنا کمرہ صاف رکھا کرو اور مجھے بالکل بھی تنگ نہ کیا کرو اور میرا کہنا مانا کرو۔ دیکھنا تم بہت ہی جلد لمبے ہو جاؤ گے۔''

جمال نے عمل شروع کیا۔ پورے ایک ہفتے دنیا کا بہترین بچہ بننے کے بعد بھی جمال نے اپنا قد ایک انچ بھی بڑھا ہوا نہ پایا۔ جمال سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

ایک دن جمال نے اپنی ٹیچر سے کہا: ''میں جلدی سے لمبا ہونا چاہتا ہوں۔''

ٹیچر نے بہت سنجیدہ ہو کر جمال کو اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر بولیں: ''پڑھائی، پڑھائی، پڑھائی میں دل لگاؤ۔ پھر دیکھنا کہ تم کتنی جلدی لمبے ہو جاؤ گے۔''

اس ہفتے جمال نے خوب پڑھائی کی۔ اتنا پڑھا کہ ہر ٹیسٹ میں اول آیا، مگر قد اتنا کا اتنا ہی رہا۔

دادا ابا باہر دھوپ میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ ایک مہینا گزر چکا تھا۔ جمال کا قد وہیں کا وہیں رکا ہوا تھا۔ ویسے تو جمال کے دادا کا قد بھی درمیانہ تھا، مگر جمال نے ان سے بھی اس خواہش کا اظہار کر دیا۔

دادا پہلے تو خوب ہنسے اور پھر کہنے لگے: ''بھلا کیوں وہ اتنا لمبا ہونا چاہتا ہے۔''

جمال نے عمارتوں پر چھلانگیں مارنے اور زرافہ کے گلے میں بانہیں ڈالنے والی تصویر کے متعلق والے خوابوں کا ذکر کر دیا۔

دادا ابا سوچنے لگے، پھر بولے: ''شاید تمھیں بہت لمبے ہونے کے نقصانات کا اندازہ نہیں۔ بھلا تم ریل گاڑی میں سفر کیسے کرو گے۔ کیا ہوائی جہاز پر لٹک کر جاؤ گے،
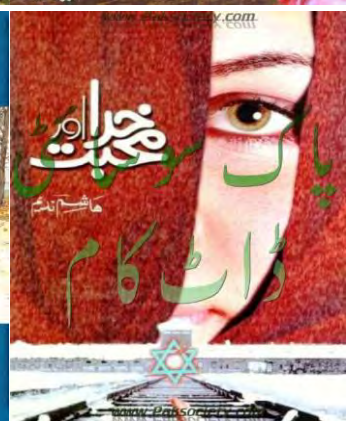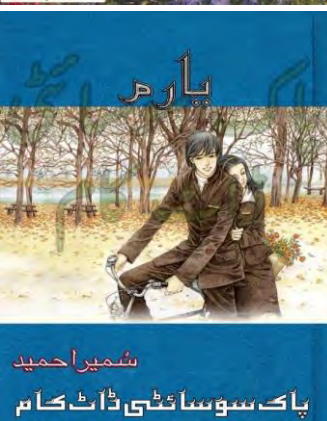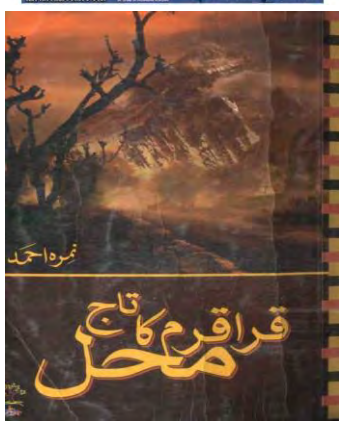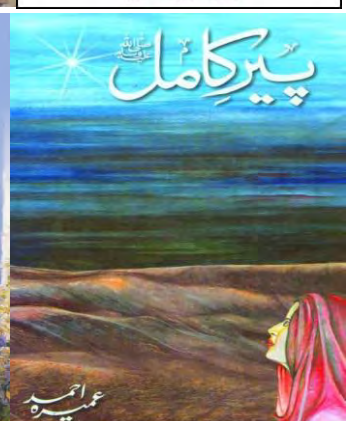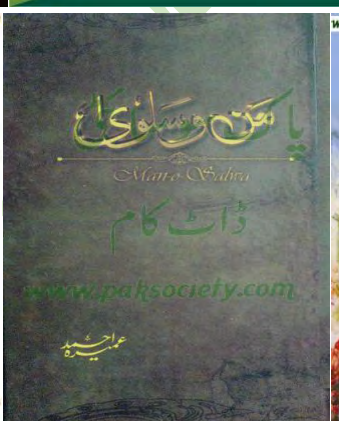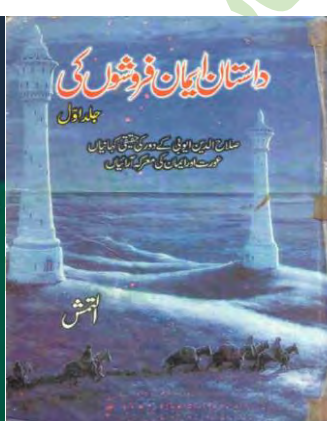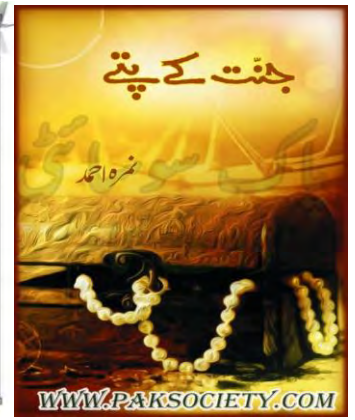
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

پھر اندر کیسے جاؤ گے؟ زیادہ لمبے ہوگئے تو اپنے والد کی کار میں کیسے سفر کر سکتے ہو۔ تم سب سے بڑھ کر گھر کے اندر کیسے داخل ہوگے۔ اتنے اونچے قد کے ساتھ کمرے میں تمھارا سر چھت سے ٹکرائے گا۔''

جمال بہت غور سے دادا کی باتیں سنتا رہا اور سمجھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں لمبے اور بہت لمبے ہونے کے نقصانات سمجھ میں آنے لگے۔ اس روز کے بعد اچھی بات یہ ہوئی کہ جمال خوش رہنے والا بچہ بن گیا۔ اب وہ خوشی خوشی ہر کام کرتا ہے خوشی سے اسکول جاتا ہے۔ دوستوں کو لطیفے سناتا ہے۔ شام کو گھر کے باہر سائیکل چلاتا ہے۔ لگتا ہے کہ اسے لمبا ہونے کی اب کوئی خاص جلدی نہیں رہی۔

بہاول پور کی تاریخ

حافظ وقاص رؤف، بہاول پور

بہاول پور، پاکستان کا قدیم شہر ہے۔ یہ پاکستان کا بارھواں بڑا شہر ہونے کے علاوہ پنجاب کی ایک ڈویژن کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ شہر دریائے ستلج کے کنارے پشاور اور کراچی کی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ یہ پہلے ریاست بہاول پور کی حیثیت سے قائم تھی اور ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان میں شامل ہوگئی۔ اس وقت بہاول پور کی آبادی تقریباً آٹھ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ جب کہ اس کا کل رقبہ ۲،۳۷۲ مربع کلو میٹر ہے۔

اس ریاست کی بنیاد ۱۷۴۸ء میں محمد بہاول خان اول نے رکھی اور اسی کے نام پر شہر کا نام بہاول پور ہے۔ یہ خاندان عباسی بھی کہلاتا ہے، لیکن یہ خاندان مصر اور بغداد کے عباسیوں سے الگ ہے۔ ۱۹۳۸ء میں اس خاندان نے انگریزوں سے کئی معاہدے کیے اور ریاست بہاول پور پر حکمرانی قائم رکھی۔ پاکستان کے قیام

کے بعد ۱۷-اکتوبر ۱۹۵۵ء کو یہ ریاست سر صادق محمد خاں عباسی کی رضا مندی سے مغربی پاکستان میں شامل ہوگئی۔

بہاول پور میں ایک بہت بڑا اور خوب صورت محل بھی ہے جو ۱۷۹۱ء میں نواب بہاول پور دوم نے بنوایا تھا۔ اب یہ تاریخی محل سرکاری دفاتر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بہاول پور کی جدید عمارات میں لائبریری، اسٹیڈیم، صادق گورنمنٹ کالج، جامعہ اسلامیہ (اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور) صادق پبلک اسکول، وکٹوریہ اسپتال، کامرس کالج برائے طلبہ و طالبات اور دیگر متعدد کالج اور فنی ادارے شامل ہیں۔

بہاول پور کا چڑیا گھر بھی بہت شہرت کا حامل ہے، جو شہر کے مرکز میں واقع ہے۔ اس ڈویژن کے تین اضلاع، ضلع بہاول پور، ضلع بہاول نگر، ضلع رحیم یار خان ہیں۔

بہاول پور معاشی اور تجارتی لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں گندم، کپاس، کھجور اور آم کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ زرعی طور پر بہاول پور کو ایک زرخیز علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔

یہاں سیاحت کے لیے چولستان کے صحرا، قلعہ دراوڑ، اوچ شریف کا مزار اور صادق محل کے علاوہ شہر کے وسط میں بڑی جامع مسجد الصادق کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔

ظلم سے توبہ

محمد طفیل ملک، جہلم

کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بڑا ظالم اور سخت مزاج کا مالک تھا۔ تمام لوگ اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے اور گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔ اس طرح تمام بستیاں ویران ہوگئیں۔

ایک دن بادشاہ اپنے وزیروں کے ساتھ گھومتے پھرتے ایک ویران گاؤں کے پاس پہنچا۔ وہاں ایک درخت پر دو اُلو باتیں

کر رہے تھے۔ بادشاہ نے اپنا گھوڑا روک کر وزیر سے پوچھا کہ یہ اُلّو آپس میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟''

وزیر پرندوں کی زبان جانتا تھا۔ اس نے کہا: ''حضور! ان کے یہاں کسی کی شادی کی بات پکی ہو رہی ہے اور یہ اسی پر بحث کر رہے ہیں۔ ایک اُلّو کا بیٹا ہے اور دوسرے کی بیٹی ہے۔ بیٹی والا کہتا ہے کہ جب تک دس اُجڑی بستیاں میری بیٹی کو نہ دو گے، اس وقت تک میں اپنی بیٹی نہیں دوں گا اور بیٹے والا کہتا ہے کہ اس وقت پانچ اُجڑی بستیاں لے لو۔ اگر اس ملک کے موجودہ بادشاہ کا راج چھے مہینے اور رہا تو مزید بستیاں بھی اُجڑ جائیں گی، پھر دس بستیاں تمھاری بیٹی کو دے دوں گا۔''

بادشاہ یہ بات سن کر دل میں بہت شرمندہ ہوا اور ظلم سے توبہ کر لی اور تمام لوگوں کو اپنے گاؤں میں واپس آنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد تمام لوگ مل جل کر امن و چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔

شرمندگی

اشعر ظفر، کراچی

''ابو! پلیز گاڑی روکیں۔'' امامہ نے منت کرتے ہوئے کہا۔

''پاگل ہوگئی ہو تم، پولیس کیس ہے اور میں ان چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا۔'' اشعر نے کہا۔

''مگر یہ کسی کی زندگی......'' امامہ نے کہنا چاہا۔

''بیٹی! تمھیں ان معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔'' اشعر نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ امامہ خاموش ہوگئی۔ امامہ آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی۔ آج وہ پہلی مرتبہ اپنے والد کا یہ روپ دیکھ رہی تھی۔

وہ لوگ اس وقت شاپنگ سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی کی ٹکر کسی گاڑی سے ہوگئی، وہ خون میں لت پت روڈ پر گرا تڑپ رہا تھا۔ امامہ نے اپنے ابو کو گاڑی روک کر اسے اسپتال لے جانے کو کہا، مگر ابو نے اسے جھڑک دیا۔

بہت دن بعد اشعر اپنے لان میں بیٹھا چاے پی رہا تھا کہ امامہ لان میں آئی اور حلوا پوری کی فرمائش کی۔ اشعر نے موٹر سائیکل نکالی اور دکان کی طرف چل پڑا۔ راستے میں بھی وہ خبروں میں کھویا رہا۔ اچانک ایک گاڑی سے اس کی ٹکر ہوگئی۔ موٹر سائیکل فٹ پاتھ سے ٹکرا گئی، اشعر کا سر زور سے فٹ پاتھ سے ٹکرایا۔ وہ روڈ پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

سب لوگ جمع ہو گئے اور گاڑی والے کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ ہر کوئی مختلف مشورے دے رہا تھا، مگر کوئی بھی اسے اسپتال لے جانے کو تیار نہ تھا۔

اشعر کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا، اچانک ایک شخص ہجوم کو چیرتا ہوا باہر آیا۔ اشعر کو اس کی شکل جانی پہچانی لگی۔ ابھی وہ اس کی شکل پر غور ہی کر رہا تھا کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اس کی آنکھ کھلی تو وہ اسپتال میں لیٹا تھا۔ اس پر نقاہت طاری تھی، اس نے اردگرد دیکھا، وہاں سب رشتے دار موجود تھے۔

''مجھے یہاں کون لایا تھا؟'' اس نے کم زور آواز میں پوچھا۔

''ارے بیٹا! وہ کوئی فرشتہ ہی تھا، جو تمھیں لے آیا، ورنہ کوئی بھی تمھیں اسپتال تک لانے پر تیار نہیں تھا۔'' اشعر کی والدہ کوثر بیگم نے کہا۔

''امی! آپ نے اس کا نام پتا پوچھا؟''

''ارے بیٹا! ہم نے پوچھا تھا، مگر اس نے کہا کہ میں نام بتا کر اپنی نیکی ضائع نہیں کرسکتا۔'' کوثر بیگم نے کہا۔

جب سب لوگ چلے گئے تو امامہ اس کے پاس آئی: ''ابو! آپ کو پتا ہے کہ وہ آدمی کون تھا، جو آپ کو یہاں لایا ہے۔''

''نہیں بیٹا! کیا تم اس کو جانتی ہو؟'' اشعر نے حیرت سے پوچھا: ''جلدی بتاؤ، میں خود اس کا شکریہ ادا کروں گا۔''

''ابو! وہ آدمی وہی تھا جو اس دن سڑک پر بے یارو مددگار پڑا تھا۔'' امامہ نے گویا دھماکا کر دیا تھا۔ اشعر بیٹی کے سامنے شرم سے پانی پانی ہوگیا۔

☆☆☆

ہنڈ کلیا

شکار پوری کباب

مرسلہ : اعراف نعیم الدین انصاری، ناظم آباد

قیمہ : ایک کلو لونگ (پسی ہوئی) : ایک چائے کا چمچہ انڈا : ایک عدد نمک : حسبِ ذائقہ

دار چینی (پسی ہوئی) : ایک چائے کا چمچہ چھوٹی الائچی (پسی ہوئی) : ایک چائے کا چمچہ

جاوتری : ایک چٹکی سرخ مرچ : ایک کھانے کا چمچہ ادرک لہسن پسا ہوا : چار کھانے کے چمچے

ہرے مسالے کے اجزا: ادرک : ایک بڑا ٹکڑا لہسن : دس جوے

ہری مرچ : ۸ عدد ہرا دھنیا : آدھی گڈی پیاز : دو عدد کشمش : دس عدد

ترکیب: ایک برتن میں قیمے کے ساتھ لونگ، دار چینی، چھوٹی الائچی، جاوتری، سرخ مرچ، لہسن، ادرک کا پیسٹ اور نمک ملا کر گلا لیں اور ٹھنڈا کر لیں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد پیس کے ان کی چھوٹی چھوٹی گیندیں بنا لیں۔ کشمش سمیت باقی ہرا مسالا پیس کر ان گیندوں میں بھر لیں اور انڈے میں ڈبو کر تل لیں۔ پودینے کی چٹنی اور نان کے ساتھ پیش کریں۔

اسپائسی میکرونی چاٹ

مرسلہ : مونا سسٹرز، کنڈیارو

میکرونی : ڈیڑھ کپ آلو : دو عدد

ٹماٹر : دو عدد پیاز : ایک عدد

چلی ساس : چار کھانے کے چمچے چاٹ مسالا : تین چائے کے چمچے

ہرا دھنیا : تھوڑا سا نمک : حسبِ ذائقہ

ترکیب: میکرونی کو اچھی طرح اُبال کر چھان لیں۔ آلو اُبال کر چوکور کاٹ لیں۔ پیاز اور ٹماٹر چوپ کر لیں۔ ایک پیالے میں میکرونی، پیاز، آلو، ٹماٹر اور نمک ڈال کر مکس کریں۔ اس کے بعد چلی ساس اور چاٹ مسالا ڈال کر مکس کریں۔ ہرا دھنیا باریک کاٹ کر اوپر سے چھڑک دیں۔ ☆

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے چھے گاڑیاں درجِ ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں:

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیو کراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سوکوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوارالایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلّہ (لال مسجد)، نور شاہ محلّہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ جنوری ۲۰۱۷ء کے بارے میں ہیں

● جنوری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ اپنا مقدمہ، گم شدہ راستہ اور جن کا بھائی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ معلومات افزا کے سوالات سے معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ حرکت میں صحت ہے والی تحریر میں ایک بیماری کا نام شکر کی بیماری لکھا گیا ہے۔ یہ کون سی بیماری ہوتی ہے؟ اصلاح فرمادیں۔ انکل! کیا ہم اپنی ہر طرح کی تحریر ڈاک کے ذریعے بھیجنے کے بجائے ای میل کر سکتے ہیں؟ عبدالمعنی وقاص، بہاول پور۔

شکر کی بیماری کو عام طور پر ذیابیطس کہا جاتا ہے۔ اس کا انحصار ہمارے جسم کے ایک اہم غدے (گلینڈ) پر ہے، جو لبلبہ کہلاتا ہے۔ اس سے ایک رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے، جسے انسولن (INSULIN) کہتے ہیں۔ یہ غذا سے آنے والی شکر کو توانائی میں تبدیل کرتی ہے۔ اگر یہ رطوبت کم مقدار میں خارج ہو تو شکر خون میں شامل ہونے لگتی ہے۔ اس حالت کو ذیابیطس کا مرض کہتے ہیں۔ تحریریں ڈاک سے بھیجیں تو اچھا ہے۔ ای میل سے کوپن تو نہیں آ سکتا۔

● ہمدرد نونہال میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ جاگو جگاؤ میں حکیم محمد سعید کی تا قیامت زندہ رہنے والی باتیں ہوتی ہیں۔ پہلی بات میں "ہ" کے غلط استعمال کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ حمد باری تعالیٰ زبردست تھی۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح روشن اور چمک دار تھے۔ مضمون حرکت میں صحت ہے (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھی کاوش تھی۔ نظم نیا سال (سید انور جاوید ہاشمی) پہلے نمبر پر تھی۔ میرے بچپن کے دن (احمد عدنان طارق) بھی اچھی تھی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر اپنا مقدمہ (جاوید بسام) تھی۔ دوسرے نمبر پر گم شدہ راستہ (خلیل جبار) تھی۔ تیسرے نمبر پر جن کا بھائی (محمد اقبال شمس) تھی۔ لطائف نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں درد کر دیا۔ اصبح احمد، مظفر آباد۔

● سرورق پر "شاہ رخ طفیل" کی تصویر بہت خوب صورت منظر پیش کر رہی تھی۔ جاگو جگاؤ میں ایک اچھا سبق تھا۔ اس مہینے کا خیال بھی بہت جلد دل میں اتر گیا۔ روشن خیالات بھی خوب تھے۔ شہید حکیم محمد سعید کا بچپن ایک اچھی تحریر تھی۔ ایک شہید وطن (نظم) بہت اچھی نظم تھی۔ محمد احمد غزنوی، میرگرہ۔

● نئے سال کا پہلا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ کہانیاں پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ پہلا نمبر اپنا مقدمہ (جاوید بسام) کی کہانی لے گئی۔ دوسرا نمبر گم شدہ راستہ (خلیل جبار) کی کہانی کا تھا۔ جب کہ تیسرے نمبر پر غریب سیٹھ کہانی پسند آئی۔ کہانیوں کی ڈرائنگ بھی بہت عمدہ کی گئی ہے۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ غرض پورا نونہال بہت لگن سے تیار کیا گیا تھا۔ شمینہ محمد لطیف کبوہ، حیدر آباد۔

● جاگو جگاؤ میں حکیم صاحب کا پیغام "سادگی کو اپناؤ، اپنا حسن بڑھاؤ" دل کو بہت بھایا۔ پہلی بات میں اس مہینے کا خیال بہت عمدہ تھا۔ سلیم فرخی نے اردو کے حوالے سے بہت خوب لکھا۔ واقعی آج ہم اپنی پیاری زبان اردو بولنے میں کتراتے ہیں اور ٹوٹی پھوٹی انگلش بول کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ میں نے کتنے بچوں اور بڑوں کو دیکھا ہے کہ وہ جان بوجھ کر "غ" کو "گین" اور "خ" کو "کھے" بولتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے اپنی ایک دوست کو ٹوکا کہ تم "غلط" کو "گلط"، "غم" کو "گم" اور "خالی" کو "کھالی" کیوں کہتی ہو بھئی! حرف کو صحیح ادا کیا کرو تو ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ تم نے کیا پڑوسی ملک کے ڈرامے نہیں دیکھتیں؟ اللہ پاک ہمیں

جھٹکنے سے بچائے۔ آمنہ زین، کراچی۔

● جنوری کا شمارہ سپر ہٹ تھا، تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ سب سے عمدہ کہانی اپنا مقدمہ تھی۔ دوسرے نمبر پر بنی ہمت والی کہانی لاجواب تھی۔ گم شدہ راستہ، جن کا بھائی، بلاعنوان بھی بہت بہترین کہانیاں تھیں۔ حکیم محمد سعید پر نظم ''اے شہید وطن'' (ابن کوکب) بہت اچھی نظم تھی۔ انسانی جان کی قیمت (حکیم محمد سعید) ایک بے مثال تحریر تھی۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح ذہن کو روشن کر دینے والے تھے۔ پڑھ کر بہت کچھ سیکھا۔ نونہال خبرنامہ (سلیم فرخی) اور غریب سیٹھ (معاذ بن مستقیم) بھی بہت اچھی تحریریں تھیں۔ انکل! لفظ ناخدا کا مطلب کشتی والا ہے تو خدا کو یہاں کن معنوں میں ''نا'' کے ساتھ ملایا گیا ہے، کیا یہ مطلب صحیح ہے؟ سفینہ محمد لطیف کمبوہ، حیدرآباد۔

اصل میں لفظ ''ناؤ خدا'' تھا۔ ناؤ، کشتی کو کہتے ہیں اور خدا کا ایک مطلب مالک بھی ہے۔ یعنی کشتی کا مالک۔ رفتہ رفتہ ناؤ خدا سے ناخدا ہو گیا ہے۔

● پورا شمارہ سرورق سمیت شان دار رہا۔ ہر کہانی انتہائی دل چسپ تھی۔ بلاعنوان کہانی زبردست تھی۔ مطبی گدھا بھی اچھی تحریر تھی۔ جاگو جگاؤ پہلے کی طرح شان دار رہا۔ محمد قاسم خان، شکرگڑھ۔

● سرورق شان دار تھا۔ مجھے بہت پیارا لگا۔ رسالے میں موجود زیادہ تر کہانیاں، نظمیں اور مضامین دل چسپ تھے۔ زارا ندیم، کراچی۔

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات ایک مسرت کا پیغام لائیں۔ اس مہینے کا خیال بھی نصیحت آموز تھا۔ کہانیوں میں کسی ایک کو پسند کرنا مشکل تھا۔ ماشاء اللہ سب بہت عمدہ تھیں۔ ایک کی تعریف باقیوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ تمام نظمیں اور تحاریر بہت خوب تھیں۔ سید اویس عظیم علی، کراچی۔

● سب تحریریں لاجواب تھیں۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر ہنسی بھی آتی رہی۔ علم دریچے میں بہت اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ نونہال ادیب کی سب کہانیاں اچھی تھیں۔ اس بار نظمیں کم تھیں۔ بیت بازی والا سلسلہ بھی مجھے بہت پسند ہے۔ حافظ محمد اشرف، حاصل پور۔

● مجھے تمام کہانیاں اور سلسلے اچھے لگے۔ سرورق بھی اچھا لگا۔ محمد اُسامہ اکرم، خیر پور، ٹامیوالی۔

● میں اور میری بہن آپ کا ہمدرد نونہال شوق سے پڑھتے ہیں۔ جنوری کے شمارے میں نیا سال آیا (نظم)، میلا اور بیل، غریب سیٹھ بڑی اچھی کہانی تھی۔ ہنسی گھر نے ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیا۔ محمد عزیر الیاس، ملیر کالونی۔

● میں ہمدرد نونہال کے نئے شمارے کا بہت انتظار کرتی ہوں۔ تازہ شمارہ بھی سپر ہٹ تھا۔ کہانیوں میں گم شدہ راستہ، بلاعنوان کہانی، جن کا بھائی، اپنا مقدمہ، غریب سیٹھ، میلا اور بیل کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ہنسی گھر پڑھ کر مزہ آیا۔ نظموں میں حمد باری تعالیٰ لاجواب تھی۔ پہلی بات میں بہت اچھی معلومات ملیں۔ مجھے ہمدرد نونہال بہت اچھا لگتا ہے۔ ملائکہ اشتیاق، کراچی۔

● جنوری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال پسند آیا۔ روشن خیالات بھی ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے۔ حرکت میں صحت ہے، میں ہمارے لیے نمایاں سبق تھا۔ نظم، اے شہید وطن اچھی تھی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بنی ہمت والی (بینش صدیقہ) دوسرے نمبر پر اپنا مقدمہ (جاوید بسام) تیسرے نمبر پر جن کا بھائی (محمد اقبال شمس) اور چوتھے نمبر پر بلاعنوان کہانی (شکیل صدیقی) بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں۔ امداد علی، کراچی۔

● حمد باری تعالیٰ بھی اچھی تھی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر اپنا مقدمہ (جاوید بسام) دوسرے نمبر پر بنی ہمت والی (بینش صدیقہ) بہت ہی حیران کن تھی۔ تیسرے نمبر پر غریب سیٹھ (معاذ بن مستقیم) اور چوتھے نمبر پر جن کا بھائی (محمد اقبال شمس) بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ نسرین شاہین کا مضمون ''شہید حکیم محمد سعید کا بچپن'' بہت اچھا لگا۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے۔ حمزہ علی، کراچی۔

● اس بار کا شمارہ بھی بہت زبردست تھا۔ کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ سب سے زیادہ اچھی غریب سیٹھ (معاذ بن مستقیم) لگی۔ دوسرے نمبر پر میاں بلاقی کی کہانی ''اپنا مقدمہ'' لگی۔ باقی تمام کہانیاں

بھی اچھی تھیں۔ نونہال مصور میں طیبہ اقبال اشرفی کی ڈرائنگ اچھی لگی۔ یمنیٰ رشید، کراچی۔

● جنوری کا شمارہ بہت دل چسپ تھا۔ خاص طور پر اپنا مقدمہ، جن کا بھائی، گم شدہ راستہ، غریب سیٹھ، میلا اور بیل بہت ہی مزے دار تھیں۔ انکل! میں نے ڈاک کے ذریعے کتابیں منگوائیں تھیں، جو اب تک نہیں ملیں۔ اسماء بنت شبیر احمد قریشی، حیدرآباد۔

کتابیں منگوانے کے لیے پہلے ان کی قیمت منی آرڈر سے روانہ کریں۔

● ہر بار کی طرح اس ماہ کا رسالہ بھی عمدہ تھا۔ یہ کہانی اچھی اور لاجواب تھی۔ مضامین عمدہ تھے۔ نظمیں اچھی اور مزے دار تھیں۔ سیدہ نامعہ ناصر بخش، کراچی۔

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت اچھے تھے۔ روشن خیالات بھی خوب صورت تھے۔ حرکت میں صحت ہے ایک اچھی تحریر تھی۔ پانی اور ہم معلوماتی تحریر تھی۔ بلاقی میاں کی کہانی اس بار پھر بازی لے گئی۔ علم دریچے سے کافی معلومات ملی۔ اس بار کہانیوں میں گم شدہ راستہ، جن کا بھائی، غریب سیٹھ اور بلاعنوان کہانی اچھی کہانیاں تھیں۔ عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

● جنوری کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ حرکت میں صحت ہے بہت پسند آئی۔ بہت اچھا سبق دیا گیا۔ اپنا مقدمہ بہت ہی پسند آئی۔ گم شدہ راستہ دل چسپ تھی۔ جن کا بھائی اور بلاعنوان انعامی کہانی بھی بہت پسند آئی۔ بنی ہمت والی سے بہت اچھا سبق ملا۔ غریب سیٹھ بہت ہی اعلا کہانی تھی۔ محمد بلال یوسف، جھنگ صدر۔

● تازہ شمارہ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک بہت اچھا لگا۔ رسالہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ کہانیاں عمدہ تھیں۔ مضامین لاجواب تھے اور نظمیں زبردست تھیں۔ گم شدہ راستہ، غریب سیٹھ، میلا اور بیل، اپنا مقدمہ، بنی ہمت والی اور جن کا بھائی اچھی اور لاجواب کہانیاں تھیں۔ نامعہ ذوالفقار، کراچی۔

● جنوری کے شمارے کا سرورق بہت پسند آیا۔ کہانیاں عمدہ تھیں۔ بنی ہمت والی، بلاعنوان کہانی، جن کا بھائی، گم شدہ راستہ اور اپنا مقدمہ زبردست کہانیاں تھیں۔ مضامین عمدہ تھے۔ شہید حکیم محمد سعید کا بچپن اور انسانی جان کی قیمت بہت ہی اچھے مضامین تھے۔ نونہال مصور کا صفحہ اچھا تھا۔ نونہال ادیب بہت خوب تھا۔ عالیہ ذوالفقار، کراچی۔

● جاگو جگاؤ، روشن خیالات، حمد باری تعالیٰ بھی بہت پسند آئے۔ سب کہانیاں بہترین تھیں۔ خاص طور پر جاوید بسام کی کہانی اپنا مقدمہ، جاوید اقبال کی میلا اور بیل اور شکیل صدیقی کی بلاعنوان کہانی اور ہنسی گھر کے سب ہی لطیفے اچھے تھے۔ اس مرتبہ علم دریچے اور نونہال ادیب میں بھی بہترین کہانیاں تھیں۔ پرویز حسین، کراچی۔

● کہانیاں اس بار حد سے زیادہ پسند آئیں۔ خصوصاً اپنا مقدمہ، گم شدہ راستہ، جن کا بھائی اور غریب سیٹھ لاجواب تھیں۔ اس کے علاوہ بنی ہمت والی اور بلاعنوان کہانی بھی دل چسپ تھیں۔ نظموں میں سال نو مبارک، شہید وطن، نیا سال آیا اور خصوصاً میرے بچپن کے دن پسند آئیں۔ غرض پورا شمارہ لاجواب تھا۔ علی حیدر، جھنگ صدر۔

● ہمدرد نونہال پڑھنے سے میں نہ صرف لطف اندوز ہوتی ہوں، بلکہ اس سے میرے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید ترقی دے، آمین۔ انکل! میں اپنا بک کلب کارڈ بنوانا چاہتی ہوں۔ وردہ اصول، سیالکوٹ۔

آپ کا بک کلب کارڈ روانہ کر دیا گیا ہے۔ جلد ہی مل جائے گا۔

● کہانیوں میں پہلے نمبر پر بلاعنوان کہانی رہی، دوسرے نمبر پر گم شدہ راستہ اور تیسرے نمبر پر اپنا مقدمہ۔ عبیرہ صابر، کراچی۔

● کہانیاں ساری اچھی تھیں۔ رسول اکرم کی بچوں سے محبت پڑھ کر اچھا لگا۔ جھوٹ سچ آدھا آدھا، نیا قیدی، نیکی کا سفر، مطلبی گدھا، بونوں کا تحفہ، اژدھے کا شکار بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ ہمارا بلوچستان معلومات افزا تھا۔ علم دریچے بھی اچھے تھے۔ نظمیں بھی

اچھی تھیں۔ مصوری میں تمام نونہالوں نے اچھی کوشش کی تھی۔ **طوبیٰ عبدالرؤف قریشی، ملیر۔**

● میں ہمدرد نونہال اس وقت سے پڑھ رہا ہوں جب اس کی قیمت ۷۵ پیسے تھی اور وہ ۷۵ پیسے بھی بہت مشکل سے جمع ہوتے تھے۔ میں ہمدرد صحت کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں۔ مجھے سالانہ فیس سے آگاہ کیا جائے۔ **محمد نثار انجم، ضلع اٹک۔**

> ہمدرد نونہال پسند کرنے کا شکریہ۔ ہمدرد صحت کی سالانہ قیمت عام ڈاک سے ۳۵۰ روپے اور رجسٹری سے ۵۷۰ روپے ہے۔

● اپنا مقدمہ بے مثال اور لاجواب تھی۔ گم شدہ راستہ اچھی کہانی تھی۔ بلاعنوان کہانی بغیر تصاویر کے اچھی نہیں لگی۔ جن کا بھائی، غریب سیٹھ اور میلا اور بیل بھی مزے دار کہانیاں تھیں۔ **شیخ محمد حسن رضا عطاری، ملیر، کراچی۔**

● جاگو جگاؤ میں ہمیشہ کی طرح ذہن نشین کر دینے والی باتیں تھیں۔ جھوٹ سچ آدھا آدھا اور مطلبی گدھا سبق آموز تھیں۔ بلاعنوان کہانی اور اژدھے کا شکار لاجواب تھیں۔ **ماجرہ کوثر، کراچی۔**

● جنوری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ سرورق بھی بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ گم شدہ راستہ، غریب سیٹھ، اپنا مقدمہ بہت زبردست تھیں۔ روشن خیالات نے دماغ روشن کرنے میں مدد کی۔ جاگو جگاؤ، ہمت والی بچی، حرکت میں صحت ہے نہایت سبق آموز اور زبردست مضامین تھے۔ ہنسی گھر اور نظمیں بھی اچھی تھیں۔ **حفصہ خلیل، حیدر آباد۔**

● جنوری کا شمارہ مجھے اور میرے بہن بھائیوں کو بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں جن کا بھائی اور گم شدہ راستہ ہمیں بہت پسند آئی۔ تمام نظمیں بہت اچھی تھیں۔ **عائشہ خان خانزادہ، حسن خان خانزادہ، حسین خان خانزادہ، علی خان خانزادہ، فضا خان خانزادہ، ٹنڈو جام۔**

● جاگو جگاؤ پڑھ کر شہید حکیم محمد سعید کی یاد تازہ ہوگئی۔ روشن خیالات میں سنہری اقوال پڑھ کر ایمان تازہ ہوگیا۔ اس کے علاوہ رسول اکرمؐ کی بچوں سے محبت والی تحریر پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ معلومات افزا کے سوالات کے ذریعے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ **حافظ وقاص رؤف، صادق آباد۔**

● کہانیوں میں بچی ہمت والی، اپنا مقدمہ، گم شدہ راستہ اور جن کا بھائی کافی اچھی اور مزاحیہ تھیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بہت ہی اچھے تھے۔ شہید حکیم محمد سعید کا بچپن پڑھ کر کچھ سیکھنے کو ملا۔ بیت بازی میں اشعار کمال کے تھے۔ معلومات ہی معلومات میں بہت سی چیزیں ایسی تھیں، جن کا آج تک علم نہ تھا۔ **محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا۔**

● سب سے پہلے ہنسی گھر پڑھا۔ تمام لطائف بہت اچھے تھے۔ واقعی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ روشن خیالات بھی ہر دفعہ کی طرح روشن ہی تھے۔ مجھے شاعری سے بہت دل چسپی ہے، اسی وجہ سے بیت بازی پورے نونہال میں میرا پسندیدہ سلسلہ بھی ہے۔ بچی ہمت والی واقعی ایک شان دار کہانی تھی۔ میلا اور بیل بھی بہت پسند آئی۔ جاوید اقبال کی تمام کہانیاں بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ مجھے ڈرائنگ کا بھی بہت شوق ہے۔ اگر میں پنسل اسکیچ بھیجوں وہ شائع ہو جائے گی؟ **وجیہہ احمدانی، میرپور خاص۔**

> تصویر گہرے رنگوں میں اچھی چھپتی ہے۔ اچھی تصویر جلد منتخب ہو جاتی ہے۔

● جنوری کے شمارے میں تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خصوصاً بلاقی میاں کی کہانی بہت مزے دار تھی۔ معلومات ہی معلومات بہت مفید سلسلہ ہے۔ **محمد ربیع بٹ، لاہور۔**

● ماہ جنوری کا شمارہ ہمیں بہت اچھا لگا۔ اپنا مقدمہ میں میاں بلاقی نے تو کمال کر دیا۔ ہم تو میاں بلاقی کی ذہانت پر حیران رہ گئے۔ گم شدہ راستہ بھی کم نہ تھی۔ **اسحاق گڈانی، گھوٹکی۔**

● جاگو جگاؤ نے متاثر کیا۔ روشن خیالات، حمد باری تعالیٰ، سال نو مبارک اور حرکت میں صحت ہے بہترین تھیں۔ اپنا مقدمہ، گم شدہ راستہ اور جن کا بھائی بہترین اور اعلا کہانیاں تھیں۔ علم دریچہ، نونہال ادیب کی تحریریں بے مقصد تھیں۔ ہنسی گھر نے تو رلا دیا۔ بیت بازی کا کوئی شعر اچھا نہیں تھا۔ **محمد سلمان زاہد، کراچی۔**

● مسعود احمد برکاتی کی کہانی ''حرکت میں صحت ہے'' بہت اچھی ہے۔ جاوید بسام کی کہانی ''اپنا مقدمہ'' اپنی مثال آپ ہے۔ ''بلاعنوان کہانی'' شکیل صدیقی کی زبردست کہانی ہے۔ میلا اور بیل (جاوید اقبال) کمال کی کہانی ہے۔ گم شدہ راستہ اور جن کا بھائی بھی مزے کی کہانیاں ہیں۔ میرے بچپن کے دن (احمد عدنان طارق) اچھی نظم ہے۔ سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

● ہر شمارے کی طرح جنوری کا شمارہ بھی سپر ہٹ تھا۔ پہلے نمبر پر بلاعنوان، دوسرے نمبر پر غریب سیٹھ تھی اور تیسرے نمبر پر میاں ملاقی کی کہانی تھی۔ ہنسی گھر نے ہنسا ہنسا کرے پاگل کر دیا۔ انکل! آپ نونہال مصور کے آگے ننھے آرٹسٹ لکھتے ہیں، جس کا مطلب فن کار ہے، جب کہ آرٹسٹ انگریزی لفظ ہے۔ مریم محمد ارشد قریشی، کراچی۔

بیٹی مریم! تم نے خوب توجہ دلائی ہے۔ فن کار ہی زیادہ مناسب ہے۔

● جنوری کا سرورق بہت خوب صورت تھا، بلکہ پورا شمارہ ہی اپنی مثال آپ تھا۔ بٹی ہمت والی کہانی بہت زبردست تھی۔ اپنا مقدمہ، گم شدہ راستہ، میلا اور بیل کہانیاں سپر ہٹ تھیں۔ نیا سال اور سال نو مبارک بہترین نظمیں تھیں۔ مضمون حرکت میں صحت ہے آج کے زمانے کو واقعی ایک سبق دے گیا۔ میرے بچپن کے دن نظم پڑھ کر ہمیں بھی اپنا بچپن یاد آ گیا۔ عائشہ، ندو نیرہ، عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

● اس سال کے پہلے شمارے کا سرورق بہترین تھا۔ سلیم فرخی کی پہلی بات پڑھی۔ بٹی ہمت والی (بنیش صدیقی) ایک سبق آموز تحریر تھی۔ اپنا مقدمہ (جاوید بسام) میں میاں بلاقی نے کافی ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ گم شدہ راستہ، جن کا بھائی اور بلاعنوان کہانی اچھی کہانیاں تھیں۔ بیت بازی کے اشعار بھی عمدہ تھے۔ باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ روشن خیالات اور لطائف بھی اچھے تھے۔ محمد الیاس کے سی ریلیہ، بلوچستان۔

● اپنے پیارے ہمدرد نونہال کے تازہ شمارہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ حسب دستور جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک یہ محنت، یہ خدمت آپ لوگوں کا ہی کمال ہے۔ جاگو جگاؤ میں انتہائی سبق آموز باتیں دل آواز انداز میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ خوب تھی۔ نونہالوں کے پسندیدہ خیالات روشن خیالات میں پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھی بڑوں کی باتوں پر کتنی توجہ دیتے ہیں۔ دل چسپ اور معلوماتی نونہال خبرنامہ اور سلسلہ معلومات ہی معلومات سے ہمیں بہت زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ماہ جنوری میں شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کے بارے میں پیدائش سے لے کر شہادت تک تحریریں بچوں کے لیے دل چسپ اور معلوماتی ہوتی ہیں۔ اے شہیدِ وطن (ابن کوکب) اور مضمون حکیم محمد سعید کا بچپن (نسرین شاہین) خوب ہے۔ پہلی بات میں سلیم فرخی، انکل برکاتی کے انداز میں نونہالوں کی نصیحت اور معلومات کے لیے جو محنت کر رہے ہیں، اس کے لیے ان کا تہِ دل سے شکریہ۔ بہادر علی حیدر، کنڈیارو۔

● جنوری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ نے دل موہ لیا۔ کہانیوں میں بلاعنوان، جن کا بھائی اور بٹی ہمت والی لاجواب تھیں۔ لطائف بھی بہت اچھے تھے۔ تحریم نور، جگہ نامعلوم۔

● سرورق پسند آیا۔ علامہ اقبال کی علم کی شمع سے محبت یاد آ گئی۔ روشن خیالات، جاگو جگاؤ، پہلی بات اپنی اپنی جگہ موزوں ہیں۔ بانی پاکستان قائداعظم کے یوم پیدائش کے حوالے سے مضامین کا فقدان نظر آیا۔ سوائے پہلی بات (سلیم فرخی)، غنی دہلوی کی نظم، مسعود احمد برکاتی کا پاکستان اور قائداعظم کے۔ نونہال خبرنامہ میں بچوں کے لیے اچھی اچھی خبروں کی ضرورت ہے۔ محمد اصغر بھٹہ، ملتان شہر۔

جوابات معلومات افزا - ۲۵۳

سوالات جنوری ۲۰۱۷ء میں شایع ہوئے تھے

جنوری ۲۰۱۷ء میں معلومات افزا - ۲۵۳ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ ہی تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ۲۷۵ میل کا فاصلہ ہے۔

۲۔ آدمِ ثانی حضرت نوحؑ کو کہتے ہیں۔

۳۔ ''پُران'' کے نام سے معروف مذہبی کتابوں کا تعلق ہندو مذہب سے ہے۔

۴۔ کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش، قائد اعظم کے معالج تھے۔

۵۔ ''شکار پور'' صوبہ سندھ کے ڈویژن لاڑکانہ کا ایک ضلع ہے۔

۶۔ پاکستان ٹیلی ویژن کی سب سے مقبول سیریز ''الف نون'' کمال احمد رضوی تحریر کرتے تھے۔

۷۔ مغل بادشاہ بابر نے جب ہندستان پر حملہ کیا تو وہاں ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔

۸۔ ہندستان کا قدیم حکمران اشوک اعظم، سوریا سلطنت کے بانی چندر گپت موریا کا پوتا تھا۔

۹۔ سی آئی اے امریکی خفیہ ایجنسی ہے، جب کہ کے جی بی روسی خفیہ ایجنسی ہے۔

۱۰۔ لندن میں زمین دوز ریلوے کو ٹیوب کہتے ہیں۔

۱۱۔ پائرومیٹر (PYROMETER) کو اردو میں آتش پیما کہتے ہیں۔

۱۲۔ رومن گنتی میں ۹۰۰ کے عدد کو انگریزی کے حروف CM سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ ''صدا کر چلے، دعا کر چلے اور وفا کر چلے'' جمیل الدین عالی کے کالموں کے مجموعوں کے نام ہیں۔

۱۴۔ ''شہزادہ جان عالم'' مشہور داستان فسانۂ عجائب کا ایک کردار ہے۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے: ''وقت نکل جاتا ہے، بات رہ جاتی ہے۔''

۱۶۔ میر تقی میر کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** صائمہ صلاح الدین، مصطفیٰ عامر، وقاص رفیق، اُمیمہ طارق، خرم احمد خان ☆ **راولپنڈی:** ماہ نور سلیم، ہانیہ نور بٹ، محمد ارسلان ساجد ☆ **کوٹلی:** زرفشاں بابر ☆ **بے نظیر آباد:** ایمن سعید خانزادہ ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن ☆ **ٹھاروشاہ:** ریان آصف خانزادہ راجپوت ☆ **کہروڑپکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **حیدرآباد:** عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **رحیم یار خان:** مریم مصطفیٰ۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** آمنہ شہزاد، روحہ زرش، معاذ خان، اختر حیات، سید شمظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سید صفوان علی جاوید، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید محمد حسین شاہ، علینا اختر، رضی اللہ خان، صالحہ فاطمہ شیروانی، انس بن طارق، محمد عزیر الیاس ☆ **ٹھاروشاہ:** شایان آصف خانزادہ راجپوت، سفیان آصف خانزادہ راجپوت ☆ **حیدرآباد:** طٰہٰ یاسین، مرزا تیمور بیگ ☆ **فیصل آباد:** محمد عمر ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **ڈیرہ غازی خان:** محمد مدثر ☆ **کرک:** فاضر زمان ☆ **پشاور:** محمد حیان ☆ **لاہور:** امتیاز علی ناز، قراۃ العین عائشہ ☆ **اوکاڑہ کینٹ:** عروسہ تنزیل۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** محمد بلال صدیقی، سید ولید حسن، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، حفصہ علی، کنول فاطمہ زیدی، شاہ محمد ازہر عالم، ہانیہ شفیق، خدا بخش، ناعمہ عبدالشکور ☆ **گھوٹکی:** ثریا کوکر، فرواعلی محمد ڈھر، ساجد علی، محمد بلال، اقرا چنہ، حزب اللہ دایو، معراج علی، محمد عدیل، وحید علی میرانی، ہیرا لعل، ظفر اللہ چاچڑ، ہبین خان جسکانی بلوچ، ثانیہ، فرمان علی ملک، آکاش کمار معراج، سونو کمار، غلام حیدر چاچڑ، سویرا ڈھر، صفدر علی مہر، نظیر علی گڈانی، فیاض علی ملک، گل محمد کیھو، جلال احمد ملک، نبیلہ ناز سومرو، منور ناز چنہ، محمد حسن خوہر، پون کمار، عبدالرحمٰن،

اُمیمہ جسکانی، دیپک کمار، سمینہ ناز چنہ، گل بانو گل مہر، سنجے کمار، ہریش کمار سیجوانی، عبدالحفیظ چاچڑ، ناہید چنا، شام لال چوہان، راہول کمار منھور، بیشم لال، سمیہ جسکانی بلوچ، غلام عباس، فاطمہ ☆ **راولپنڈی:** محمد سعد جمیل ہاشمی، ہادیہ شہزادی ☆ **تلہ گنگ:** محمد حسان عبداللہ ☆ **ٹنڈو الہیار:** آمنہ آصف کھتری ☆ **اوتھل:** مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ **گوجرانوالہ:** صفی اللہ ☆ **سرگودھا:** محمد حماد طلعت، راجا مرتضیٰ خورشید علی ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **میرپور خاص:** فیروز احمد ☆ **بھکل شہر:** گل ابراہیم بھکل ☆ **کوہاٹ کینٹ:** ریبا یونس ☆ **اوکاڑہ:** عبدالماجد صبور ☆ **حیدرآباد:** نسرین فاطمہ، حفصہ فہیم الدین شیخ ☆ **راولپنڈی:** محمد ازرم خان۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** سمیعہ توقیر، عبداللہ زاہد، صالحہ اسد، آمنہ مشتاق، اُسامہ بن محمد نواز، صالحہ فاطمہ شیروانی، سید اویس عظیم علی، عائشہ عدنان، جویریہ عدنان، مسکان فاطمہ ☆ **گھوٹکی:** شما، سویرا، روبینہ، صنم دایو، ابوبکر لغاری ☆ **کاموکی:** عائشہ فاطمہ قادری، نفیسہ فاطمہ قادری ☆ **ہری پور:** عظمیٰ شاہد ☆ **سکھر:** زین علی ☆ **ملتان:** احمد عبداللہ ☆ **میانوالی:** سخاوت اسلام خان ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابوجی ☆ **حضرو:** عبداللہ محمود۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

☆ **کراچی:** تسبیح محفوظ علی، یمنیٰ توقیر ☆ **نواب شاہ:** عائشہ عبدالسلام شیخ، عبید محمد وسیم ☆ **گھوٹکی:** عظمیٰ دایو، راحیلہ، حلیمہ مہرین غوری ☆ **حیدرآباد:** ثمینہ محمد لطیف ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن ☆ **اسلام آباد:** حذیفہ انس ☆ **کاموکی:** حسن رضا سردار صفی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

☆ **کراچی:** شفابنتِ شفیق، ایم اختر اعوان ☆ **عارف والا:** فائزہ نعیم احمد، رومیسہ منیر ☆ **بیلا:** محمد الیاس ☆ کے سی ریختہ ☆ **لیہ:** ثوبیہ عابد ☆ **حیدرآباد:** اسما بنت شیراز احمد قریشی۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال جنوری ۲۰۱۷ء میں جناب شکیل صدیقی کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو چار نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ اللہ میری توبہ : سیدہ جویریہ جاوید، کراچی

۲۔ دور کے ڈھول سہانے : جویریہ سعید، لاہور

مریم مصطفیٰ، رحیم یار خان

۳۔ صبح کا بھولا : محمد حسن رمضان، ملتان

چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں

مرغی، بلی اور وہ۔ لوٹ کے بدھو گھر کو آئے۔ ناشکرا۔ انوکھی سزا۔ معصوم خواہش۔ انسان ہی اچھا۔ ادھوری خواہش۔ سچی توبہ۔ انوکھا سبق۔ خطا کا پتلا۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: مصطفیٰ عامر، شاہ بشریٰ عالم، عبیرہ صابر، آمنہ شہزاد، فائزہ خان، محمد شیخ حسن رضا عطاری، حفصہ عطاریہ، محمد اسد، آمنہ کوثر، ناعمہ شبیر احمد، عالیہ ذوالفقار، تسبیح محفوظ علی، شفا بنت شفیق، سید اویس عظیم علی، محمد عزیر احمد، ایمن منور خان، زارا ندیم، آمنہ زین، معاذ خان، انس بن طارق، محمد صارم سلیم، سندس آسیہ، بسمہ فاطمہ، سید ولید حسن، ایم اختر اعوان، محمد عمر امتیاز، فاتحہ فراز، فاطمہ سراج، مسکان فاطمہ،

احتشام شاہ فیصل، ریان طارق، احسن محمد اشرف، اعجاز حیات، جلال الدین اسد خان، طلحہ سلطان شمشیر علی، اختر حیات، محمد معین الدین غوری، محمد اویس، محمد وقاص احمد، ایاز حیات، محمد بلال خان، حسن علی، رضوان ملک امان اللہ، محمد فہد الرحمٰن، محسن محمد اشرف، بہادر، احمد حسن، کامران گل آفریدی، سید صفوان علی جاوید، سید شمظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سید عفان علی جاوید، سیدہ مریم محبوب، راد بشیر، عون محمد امیر ابڑو، داشید فیروزی، محمد عمر خان، مریم اسد، آمنہ مشتاق، اریبہ افروز، اسامہ بن محمد نواز، ہانیہ شفیق، ایمن صابر، ناعمہ تحریم، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان، علینا اختر، سمیعہ توقیر، امداد علی، ملیحہ لقمان، مسز انعم سبحان، پرویز حسین، صائمہ صلاح الدین، مہوش حسین، عبدالرحمٰن ☆ **ڈیلا:** محمد الیاس کے سی ریختہ، مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز، محمد مدثر، عفت سراج ☆ **نواب شاہ:** عزیز محمد وسیم، ایمن سعید خانزادہ، عائشہ عبدالسلام شیخ ☆ **سرگودھا:** غلام بتول زاہد، محمد حماد طلعت ☆ **جھنگ صدر:** محمد بلال یوسف، عاقب فرید گھلو، علی حیدر ☆ **ٹنڈو الہیار:** آمنہ آصف کھتری، عریشہ ارشد ☆ **راولپنڈی:** محمد طیب، محمد ارسلان ساجد، ملک محمد احسن، ہانیہ نور بٹ ☆ **لاہور:** زاہد امتیاز، صفی الرحمٰن، مہک فاطمہ، محمد رمیز بٹ، محمد فراز اکرم غازی ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** بلال مجید، عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل، محمد بن منشاد ☆ **ایبٹ آباد:** ہانیہ ارشد، اصبح وسیم خان، علینا ملک ☆ **فیصل آباد:** سحر فاطمہ، عائشہ اسلم، ☆ **ملتان:** خدیجہ جودت، محمد خرم امتیاز، ایمن فاطمہ ☆ **کامونکی:** عائشہ فاطمہ قادری، نفیسہ فاطمہ قادری، حسن رضا سردار وصفی ☆ **نوشہرو فیروز:** ریان آصف خانزادہ راجپوت، بلال ارشد خانزادہ راجپوت، بسمہ ارشاد خانزادہ راجپوت ☆ **پھل شہر:** نازیہ ابراہیم پھل ☆ **حیدر آباد:** فلک بنت ندیم، ماہ رخ، ارسلان اللہ خان، سارہ قریشی، اسما بنت شبیر احمد قریشی، ثمینہ محمد لطیف کمبوہ، زینب رشید احمد، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **عارف والا:** فائزہ نعیم احمد، رومیسہ منیر ☆ **ہری پور:** عظمیٰ شاہد ☆ **کوئٹہ:** نایاب قریشی ☆ **رینالہ خورد:** حلیمہ نبیل کیانی ☆ **اوکاڑہ:** عبدالواجد صبور ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **منگووال:** تحریم نور ☆ **بہاول پور:** حافظ محمد اشرف، عائشہ مہک ☆ **دلیلی والہ:** لاریب اجمل

☆ **ننکانہ صاحب:** ماہ نور محمود شیخ ☆ **سیالکوٹ:** وردہ انمول ☆ **گوجرانوالہ:** سمیع اللہ قدیر ☆ **تلہ گنگ:** محمد حسان عبداللہ ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار ☆ **پشاور:** محمد حمدان ☆ **شیخو پورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابو جی ☆ **تیمر گرہ:** محمد احمد غزنوی ☆ **ٹنڈو جام:** عائشہ خان خانزادہ ☆ **شکر گڑھ:** حافظ محمد قاسم خان قلندری ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل ☆ **حضرو:** عبداللہ محمود ☆ **کوہاٹ:** ربیع یونس ☆ **علی پور:** سلمان یوسف سمیجہ ☆ **گھوٹکی:** اسحاق گڈانی۔

☆☆☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی ◆ بامقصد نہیں تھی ◆ طویل تھی ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔
◆ پنسل سے لکھی تھی ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔
◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔
◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔
◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کے باری جلد آتی ہے ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے، بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے ◆ قول بہت مشکل نہ ہو ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اُڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو ◆ نونہال بلاعنوان یا قسط وار کہانی نہ بھیجیں ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے، تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبۂ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابلِ اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

نونہال لغت

رضا کار	رَ ضا کا ر	اپنے آپ کو بغیر جبر و معاوضہ قومی اور ملکی خدمت کے لیے پیش کرنے والا۔ انگریزی میں VOLUNTEER کہتے ہیں۔
خلاصہ	خُ لا صَہ	اختصار۔ منتخب۔ نچوڑ۔
قرارداد	قَ رَا رْ دَا د	عہد و پیمان۔ تجویز۔ فیصلہ۔
خشت	خِ شْ ت	اینٹ۔ ایک قسم کی مٹھائی۔
کرب	کَ رْ ب	تکلیف۔ غم۔ رنج۔ اضطراب۔
کوشاں	کو شا ں	کوشش کرنے والا۔
کنارہ کشی	کِ نا رَہ کَ شی	علاحدگی۔ جدائی۔
اذن	اِ ذْ ن	اجازت۔ حکم۔
کردگار	کِ رْ دِ گا ر	خالق۔ اللہ تعالیٰ۔
مخفف	مُ خَ فْ فَ ف	تخفیف کیا گیا۔ گھٹایا گیا۔ کم کیا گیا۔ مختصر کیا گیا۔
گام زن	گا مْ زَ ن	تیز رو۔ تیز رفتار۔
تقصیر	تَ قْ صی ر	خطا۔ قصور۔ غلطی۔ گناہ۔ کوتاہی۔
صرفہ	صَ رْ فَہ	فائدہ۔ نفع۔ کفایت شعاری۔ خرچ۔
بانکپن	بَا نْ کْ پَ ن	ٹیڑھا پن۔ ترچھا پن۔ وضع داری جس میں خودنمائی شامل ہو۔ ناز و انداز۔ شوخی۔ بغاوت۔
عرفان	عِ رْ فا ن	خداشناسی۔ پہچان۔ علم۔ واقفیت۔
عسرت	عُ سْ رَ ت	تنگی۔ دشواری۔